

بسم الله الرحمن الرحيم

## ترتیب کلیات حضرت امیر

تمہید

”اذا اراد الله شيئاً هيأ أسبابه“ — جب کوئی کام ہونے والا ہوتا ہے  
منشاء الہی نے ماتحت اُس کے اسباب جمع ہو جانے ہیں — چنانچہ  
قدیمہ سال کا زمانہ گذرتا ہے کہ ماہ مئی سنہ ۱۹۱۴ء میں مدرسۃ العلوم  
علی گڑھ کے متعلق سلسلہ مراسلت میں میوے نہایت مکرم و محترم  
دوست شمس الملک نواب عماد الملک مولوی سید حسین صاحب  
بکرامی سی ۔ ایس ۔ آئی نے حضرت امیر خسرو رح کا کلام جمع کرنے  
کا پہلی بار خیال ظاہر کر کے منجبتہ سے ارشاد فرمایا تھا کہ نہایت وثوق کے  
ساتھ بلا خوف تردید یہہ تھا جاسکتا ہے کہ اسلامی ہندوستان میں  
کوئی مصنف ایسا نہیں گذرا جس کی تصنیفات اس درجہ لائق  
حفاظت و اشاعت ہوں ، جیسا کہ امیر خسرو — لہذا اگر آپ کی  
کوشش سے اس مشہور زمانہ عظیم النظر مصنف کا پورا کلام نظم و نثر  
(جو جملہ اصناف سخن میں بربان فارسی ، ہندی و اردو موجود  
ہونا بیان کیا جاتا ہے ) جمع ہو کر چھپ گیا ، تو یہ قوم کی ایک  
بڑی عظیم الشان خدمت ہوگی جس کا نفع غیر محدود ہوگا اور  
جو سعی کرنے والوں کے نام کو بھی زندہ جاوید بنا دے گی — اور مجھے  
یقین ہے کہ یورپ میں خصوصیت کے ساتھ کدیاں خسرو کی بہت  
مانگ ہوگی اور تمام نسخے ہاتھوں ہاتھ بٹکانے لگ جائیں گے \*  
میں اس مہتمم بالشان کام کی اہمیت اور دشواریوں کو خوب پہچانتا  
تھا — مگر فرمایش کی نقایح خیز اور دور رس نوعیت اور صاحب

فرمایش گی علم دوستی اور قابلیت نے خصوصاً اس جلیل القدر مصنف اور شاعر کی عظمت نے ( جو کل دنیا کے شعرا میں اس وقت بھی اُس کو حاصل ہی ) میرے دل پر ایسا اثر کیا کہ میں اُس کی تعمیل کی طرف ہمہ تن راغب ہو گیا اور باوجود اپنی عدم اہلیت اور علمی بے بضاعتی کے میں نے خداوند ذو الجلال والاكرام کی مدد پر بھروسہ کر کے اس دشوار کام کی ذمہ داری قبول کر لی؛ اور ارادہ کے ساتھ ہی کام ہی شروع کر دیا — چنانچہ نواب عماد الملک بہادر کو میں نے اطلاع دے دی کہ میں تعمیل ارشاد کے لیئے بسر و چشم حاضر ہوں۔ مسجہد سے جو سعی فراہمی و ترقیب کلیات میں ہوسکے گی اُس سے ہرگز کسی صورت میں دریغ نہ ہوگا \*

اس 'مختصر تمہید کے ساتھ میں اب اُس کارروائی اور اُس ہی نوعیت کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اس وقت تک اس عظیم الشان کام کی تکمیل میں ہوئی ہی — حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے تفصیلی حالات کافی شرح و بسط کے ساتھ تو اُس رسالہ میں بیان ہوں گے جو اس سلسلہ میں بنام نہاد " تذکرہ حیات خسرو " انشاء اللہ اعزیز عنقریب شائع کیا جائے گا — یہاں صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہی کہ حضرت امیر خسرو کا زمانہ حیات مورخین نے سنہ ۶۵۱ ہجری (مطابق سنہ ۱۲۵۳ ع) سے سنہ ۷۲۵ ہجری (سنہ ۱۳۲۵ ع) تک بتلایا ہی — آپ کی عمر ہنوز سات ہی سال کی تھی کہ آپ کے پدر بزرگوار کا سایہ آپ کے سر سے اُٹھ گیا — اور آپ نے اپنے نانا نواب عماد الملک کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی — اور نواب مدوح کی نگرانی اور سر پرستی میں آپ کی تعلیم و تربیت ہوئی — خوشی کا مقام ہی کہ سات سو برس قبل ایک عماد الملک نے اس ہونہار

شاعر کے نشو و نما دینے میں سعی کی اور اس مبارک عہد کے ثواب  
 عماد الملک کی توجہ اور امداد سے اُن جواہر کے جمع کیے جانے کا  
 اہتمام دیکھیں ہی جن سے حضرت امیر خسرو فارسی علم کے خزانہ  
 کو مالا مال کر گئے ہیں۔ یہ خزانہ ہماری غفلت، بے علمی اور  
 ناقدری سے ہماری ہاتھ سے بہت کچھ نکل چکا ہے اور اندیشہ ہے  
 کہ اگر یہی لیل و نہار ہے تو نہیں رہا سہا یہی غارت نہ ہو جائے \*  
 کذیم، از دست بیداد نہ نالم \* بکشت من گذار لشکر افتاد

قصہ کوتاہ ایک تو خود فطرت نے طوطی بگڑ، سلطان الشعراء  
 حضرت امیر خسرو کی طبیعت میں فوق العادت ہمہ گیر قادر الکلامی  
 اور بے نظیر سحر بیانی کا مادہ ودیعت کیا تھا اُس پر طرہ یہ ہوا  
 کہ آپ ۷۳ سال کی عمر میں دہلی کے پانچ مختلف بادشاہوں (یعنی  
 (۱) معز الدین تغلق سنہ ۸۹ - ۹۸۶ ہجری سنہ ۹۱ - ۱۲۸۷ ع  
 (۲) جلال الدین فیروز شاہ سنہ ۹۵ - ۹۸۹ ہجری سنہ ۹۵ - ۱۲۹۰ ع  
 (۳) محمد شاہ ۹۹۵ - ۷۱۵ ہجری ۱۲۹۵ - ۱۳۱۵ ع (۴) غیاث  
 الدین تغلق ۲۵ - ۷۲۱ ہجری سنہ ۲۲ - ۱۳۲۱ ع اور (۵) محمد بن  
 تغلق سنہ ۷۲۵ ہجری سنہ ۱۳۲۲ ع) کے الطاف شاہانہ اور توجہات  
 مربیانہ کے مہر و مصدر بنے رہے - لہذا اُن مختلف درباروں کی اپنے  
 اپنے وقت پر گوناگوں دلاہیزیاں، شاہوں کے سائنحات وفات اور تخت  
 نشینیوں کے جشن، صلح و جنگ، فتح و شکست، عزل و نصب،  
 عروج و زوال، ملک گیر بیان اور ملک داریاں، سفر و حضر،  
 امن و فساد، عیش و نشاط، بخشش و نرم، بذل و سخا جس کی  
 وجہ سے مشاہیر زمانہ کا ہجوم اُن کے درباروں میں عموماً رہا کرتا تھا

تازیانہ،، ثابت ہوئے، جنہوں نے اُن کے دریائے ستخن کو ” ناپیدا نثار“ بنادیا۔ چنانچہ اُن کی فکر کی وسعت، ذہن کے جدت، تصانیف کے کثرت، خیال کے پرواز اور کلام کی بو قلمونی اور عذوبت نے نہ صرف فارسی کے شاہان ملک ستخن سے خراج تحسین حاصل کیا، بلکہ یورپ کے محقق مستشرقین نے آپ کو ملک ہندوستان کا ایک مشہور ترین فارسی شاعر اور نہایت باکمال ماهر فن موسیقی تسلیم کیا ہی [ ملاحظہ ہو فہرست کتب خانہ شاہان اردہ مرتبہ دائرہ اساتذہ اہم دہی صفحہ ۴۶۵ و فہرست کتب خانہ بانکپور مرتبہ ڈاکٹر قینیزن راس پی ایچ . ڈی صفحہ ۱۷۶ ] اور بعض محققین نے تو آپ کو اُن معدودے چند مشہور عالم ستخن افرینوں کے پہلو میں جگہ دی ہے جن کی بہت ہی تیز رفتاری تعداد مقرر کی گئی پیدا کر سکی ہے۔ [ ملاحظہ ہو تاریخ ہند مصنفہ سرہندی ایلیم جلد سوم ضمیمہ الف ] تذکرہ منجم النفایس میں ( جو سنہ ۱۱۶۴ ع میں لکھا گیا ہے )

سراج الدین خاں اردو نے فردوسی اور امیر خسرو کے ایک شعر کا مقابلہ کیا ہے۔ فردوسی نے نقارہ کی آواز کو ایک شعر میں اس طرح باندھا ہے کہ شعر بھی با معنی رہا اور ایک مصرعہ کے الفاظ سے نقارہ کی آواز بھی پیدا ہوتی ہے۔ فردوسی کا وہ شعر یہ ہے :-

ز نقارہ آواز آمد بدوں \* کہ دون است دون است گردوں دون

امیر خسرو نے اس کے مقابلہ میں شعر لکھا ہے :-

دھل زن دھل زد بتکسین او \* کہ دہن دین او دین او

صاحب تذکرہ نے بتلایا ہے کہ علم موسیقی کے ماهر ارباب ذوق

سمجھ سکتے ہیں کہ خسرو کے شعر کا پایہ کس قدر بلند ہے اس لئے کہ

تہ صرف ایک بامعنی مصرعہ کے الفاظ بآواز دھل ادا کیئے ہیں ، بلکہ اس میں تال اور سُر کے اصول کی پوری پابندی ملحوظ رہی ہے ۔ تذکرہ دولت شاہی میں مذکور ہے کہ حضرت امیر خسرو ظاہری اور باطنی مضائل کے باوجود علم موسیقی میں مہارت تامہ رکھتے تھے ۔ اتفاقاً ایک بار ایک مطرب نے اُن سے بحث کی کہ علم موسیقی عملی علوم میں سے ہے اور شعر شاعری سے باعتبار شرف افضل ہے ۔ اس اعتراض کے جواب میں حضرت امیر نے ایک قطعہ لکھا ہے :—

مطربے می کنت باخسرو کہ اے گنج سخن  
 علم موسیقی ز علم شعر نیکو تر بود  
 زانکہ آن علمیست تر دقت نیاید در قلم  
 لیکن این علمیست کاندہ کاغذ و دفتر بود  
 پاستخس دادم کہ من در ہر دومعنی کا ملہم  
 ہر دو را سنجیدہ بزوزنی کہ آن در خور بود  
 . نظام را کردم سہ دفتر در بہ تکریر آمدی  
 علم موسیقی . سہ دفتر بودے ارباور بود  
 فرق گویم من میاں ہر دو معقول و درست  
 گر دہد انصاف آن تر ہر دو دانشور بود  
 نظام را علمی تصور کن بنفس خود تمام  
 گو نہ محتاج اصول و صوت خنیاگر بود  
 گر کسی بے زیر و بم نظائے قر و خواند رواست  
 نے بمعنی ہیچ نقصاں نے بہ نظام اندر بود  
 ور کند مطرب بسے ہاں ہاں دھوں دہوں در سرود  
 چوں سخن نہود ہمہ بے معنی و اہتر بود



زبان میں بھی جو کچھ بولتا تھا وہ اشعار ہی ہوتے تھے۔ اسی طرح بلا مبالغہ حضرت امیر خسرو کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ آپ کو بچپن ہی سے فن شعر میں پورا درک تھا — چنانچہ اپنے دیوان موسوم بہ ”تکنۃ الصغر“ کے دیباچہ میں حضرت خود تکبر فرماتے ہیں کہ مجھے اوائل عمر ہی سے شعر گوئی کا فرق العادت ذوق تھا اور تمثیلاً ایک واقعہ لکھا ہے کہ جب خواجہ اعزالدین سے پہلی بار شرف ملاقات حاصل ہوا تو خواجہ ممدوح نے امتحاناً چار لفظ ”موئے“ بیضہ“ تیر اور خربزہ“ ایسے بتلا کر جن میں کوئی باہمی رابطہ یا مناسبت نہ تھی یہہ فرمایش کی کہ ایک رباعی تصنیف کیجئے جس میں یہہ چاروں لفظ استعمال ہو جائیں — آپ نے فی البدیہہ ذیل کی رباعی موزوں کی:—

ہر موئے کہ در دو زلف ان صنم است

صد بیضہ عنبریں براں موئے ضم است

چوں تیر مداں راست دلش را زیرک

چوں خربزہ دندانش دروں شکم است

صغر سنی میں حضرت امیر خسرو کی یہہ جودت طبع دیکھ کر خواجہ

اعزالدین متکبر رہ گئے اور آپ کو ”سلطانی“ لقب دیا جو حضرت

امیر خسرو کے ابتدائی کلام میں پایا جاتا ہے [فہرست کتب خانہ

باتکی پور مرتبہ ڈاکٹر دینینزن راس صفحہ ۱۷۸] \*

آپ کے کلام کی فراوانی اور اُس کی فراہمی کی ناقابل عبور مشکلات

کا اندازہ صرف ایک اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ عروج سلطنت مغلیہ

کے زمانہ میں خاندان تیموریہ کے ایک جلیل القدر شہزادہ مرزا سنجر نام

نے حضرت امیر خسرو کا پورا کلام جمع کرنے کا عزم مصمم کیا — خدا

داد دولت اور علم دوست ندیموں کی مسلسل جد و جہد کی بدولت ایک لاکھ بیس ہزار اشعار فراہم کرسکا - پھر ایک عرصہ کے بعد نسی دوسرے موقعہ پر اس شہزادہ کو حضرت کی غزلیات کے دو ہزار شعر اور دستیاب ہوئے ، جس کے بعد شہزادہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضرت کے پورے نلام کی فراہمی عملاً محال ہی — اور مایوس ہو کر مزید جستجو سے دست بردار ہو گیا — [ فہرست بانکی پور مرتبہ ڈاکٹر ڈنیزن داس صفحہ ۱۷۷ ] \*

یہ واقعہ اُس زمانہ کا ہی جب کہ مسلمان بہ حیثیت ایک زندہ قوم کے اس ملک میں حکمران تھے اور اسلامی سلطنت اپنے علوم کی حامی و مری تھی اور نسبتاً حضرت امیر خسرو کا عہد بھی قریب تھا - اس واقعہ کی روشنی میں اس امر کا اندازہ بخوبی ہوسکتا ہے کہ اس خسرو سخن کے پورے نلام کے فراہمی کی کوشش میں اس زمانہ کے حالات کے ماتحت کس حد تک کامیابی کی اُمید ہوسکتی ہے - تاہم میں نے ہمت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور امکانی سعی نلام کے جمع کرنے میں کی گئی — اور اس کوشش کا سلسلہ برابر جاری ہے :-

چلا ہی جانا ہوں میں گو چلا نہیں جاتا

غضب ہی شوق رسائی و دورئی منزل

بہر حال کام شروع ہو گیا ہے اور اُس کی تکمیل تائید ایزدی پر

منحصر ہے \*

یا نہال ارزد کے بر دہد \* حالیا رفتیم و تخریے کاشتیم



## ۲ — فنق

یہ ظاہر ہی کہ کوئی تحریک خواہ چھوٹی ہو یا بڑی روپیہ کے بقیہ کامیاب نہیں ہوسکتی — ( کامیابی درنار کام کا اجرا ہی روپیہ پر منحصر ہی ) — چنانچہ جس وقت نواب عماد الملک بہادر نے ترتیب کلیات خسرو کی تحریک فرمائی تو خود ہی متحیر فرمایا تھا کہ میں دولت مند نہیں ہوں — اگر میرے پاس دولت ہوتی تو میں اس کام کے لئے اُس کو وقف کردیتا — بایں ہمہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا میں اس کام میں مالی مدد دوتکا اور اپنے احباب سے بھی کچھ رقم وصول کر کے بھیجتا — کام شروع کرنے کے لئے خود ایک ہزار روپیہ اس وقت دیتا ہوں اور بوقت ضرورت ایک ہزار روپیہ اور دوتکا — نواب صاحب مدوح نے یہ بھی لکھا تھا کہ ہمارے رئیس وقت یعنی اعلیٰ حضرت نظام خدائے ملکہ علم و سخن کے قدردان ہیں — خود بھی تعلیم یافتہ ہیں — علم ادب کے خصوصاً بہت بڑے قدر شناس ہیں اور مذاق بھی اعلیٰ درجہ کا رکھتے ہیں — لہذا اگر آپ کی طرف سے درخواست امداد پیش ہوئی تو انشاء اللہ تعالیٰ حضور مدوح امداد اور سروسستی سے دریغ فرمائیں گے — چنانچہ سرکار آصفیہ سے مالی امداد حاصل کرنے کی غرض سے ایک عرضداشت نواب سالار جنگ بہادر کی خدمت میں پیش کی گئی جو اُس وقت عہدہ جلیلہ وزارت پر ممتاز تھے — میں نہایت شکر گزار ہوں کہ اعلیٰ حضرت نظام خدائے ملکہ نے مبلغ ساڑھے سات ہزار روپیہ کی گراں قدر امداد خسرو فند کو اس شرط پر مرحمت فرمائی کہ بعد اشاعت ہر کتاب کے بیس بیس نسخے نقی خانہ آصفیہ میں داخل کیئے جائیں — نواب سالار جنگ بہادر نے بھی ازراہ علم دوستی

مبلغ ایک ہزار روپیہ عطا فرمایا اور تھائی سو روپیہ سکے حالی نواب  
عماد الملک بہادر کی معرفت جناب مولانا اتوار اللہ خاں بہادر کے عنایت  
فرمائے - غرض ابتدائی تحریک سے اس وقت تک فائدہ میں حسب  
تفصیل ذیل آمدنی ہوئی :-

روپیہ آنہ پائی

سمندر سنہ ۱۹۱۳ ع عطیہ نواب عماد الملک بہادر ۱,۰۰۰ ۰ ۰

نومبر سنہ ۱۹۱۴ ع عطیہ نواب سالار جنگ بہادر ۱,۰۰۰ ۰ ۰

" عطیہ ثانی نواب عماد الملک بہادر ۱,۰۰۰ ۰ ۰

" عطیہ مولانا اتوار اللہ خاں بہادر (بعد وضع پتہ حالی) ۲۰۹ ۹ ۱۰

مئی سنہ ۱۹۱۵ ع عطیہ سرکار آصفیہ ( بعد

وضع کمیشن بنک )

۷,۲۹۲ ۹ ۹

میزان کل ۱۰,۹۷۹ ۱۳ ۴

متجملہ اس رقم کے چھ ہزار روپیہ کے پرمیسری نوٹ ( بقیہ

۵,۳۲۹ روپیہ ۱۰ آنہ ۹ پائی ) خرید لیئے گئے ہیں تاکہ پورا سرمایہ

معطل نہ ہوا رہے اور فائدہ میں منافعہ کی آمدنی کا اضافہ ہوتا رہے -

باقی رقم رقم ۵,۳۳۷ روپیہ ۲ آنہ ۱۰ پائی میں سے فراہمی و تصحیح

و ترتیب کلیات کے کام پر روپیہ بتدریج خرچ ہو رہا ہے - مصارف کی

مقدار اس وقت تک قریب ۲ ہزار روپیہ کے ہے جو خریدے ہوئے

تسخروں کی قیمت ، تصانیف کی تلاش ، مختلف لائبریریوں کے مستعار

تسخروں کی نقل کی اجرت اور نقول کے مقابلہ و صحت کے معاوضہ

کی صورت میں خرچ ہوا ہے \*

افسوس ہے کہ باوجود اخبارات میں متواتر اعلانات نے پیسے

اب تک اس طرف اپنی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا ، اور نہ اور کسی

قسم کی اس کام میں مدد کی جس سے صرف یہہ نتیجہ نکلتا  
 ہی نہ بد قسمتی سے پبلک نے اس کام کی اہمیت اور وقعت کو نہیں  
 پہچانا، نہ اُس کو اس ضرورت کا اب تک صحیح احساس  
 ہوا ہی \*

مجھے خصوصیت کے ساتھ اس کا افسوس ہی کہ باوجود میری  
 متواتر استدعاؤں کے (سوائے معدودی چند احباب کے) اُن ارباب علم کی  
 حلف سے بھی بے التفاتی ظہور میں آئی جن سے مجھے ترتیب کبیات  
 کے کام میں بہت کچھ علمی و عملی امداد کے توقع تھی - اس عدم  
 توجہ کو دیکھتے ہوئے بے اختیار میرے قلم سے نکلتا ہی نہ -

سرمم شکوہ اگر تاب شنیدن داری

سینکہ بشگافم اگر طاقت دیدن داری

میرے اس شکوہ کے تائید اُن بہت سی ضخیم امثہ سے ہوئی ہیں  
 جو ترتیب کبیات کی توشش کے دوران میں بن گئی ہیں  
 جن سے اُس بے شمار مراسلت کا تو پتہ چلتا ہی جو کام کو آگے بڑھانے  
 کی غرض سے کی گئی، مگر متوقع جوابات اگر تلاش کیئے جائیں تو  
 بہت ہی کم ملیں گے \*

خوش قسمتی سے اعلیٰ حضرت حضور نظام کی سخاوت اور غلام  
 دوستی نے کام کرنے کا موقع دیدیا جس کی بدولت اس کارروائی کا  
 نتیجہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ہدیہ ناظرین ہونا شروع ہوگا \*

مولوی محمد ریاض حسن صاحب نے پتہ سے براہ مہربانی مجھے  
 بانکپ پور کے کتاب خانہ کی ایک فہرست تصانیف خسروی کی بھیجی  
 تھی اور بذریعہ تحریر مشورہ دیا تھا کہ پبلک سے اپیل کیا جائے کہ یا  
 تو یکمشت چند دیں یا ساہوار چندہ مقرر کریں یا کبیات کے چندہ

تسخوں کی خریداری منظور کر کے نصف قیمت پیشگی عنایت کریں یا ایک نسخہ کی خریداری قبول کر کے پیشگی قیمت ادا کر دیں تاکہ قلت فتنہ کی وجہ سے کام نہ رننے پائے۔ مگر میں نے نظر بہ حالات مذکورہ بالا سرمدت یک درگیر و متحکم گیر کے اصول پر عمل کرتے مناسب سمجھا اور حضور نظام خدائے ملک کی گراں قدر سرپرستی پر قانع رہا اور ہوں \*

### ۳۔ قیدی کی مشن

اعلیٰ حضرت ادا م اللہ اجلالہ و اقبالہ نے نہ صرف گراں بہا عطیہ سے حامیان قریب نہایت خسرو کی حوصلہ افزائی فرمائی ہی ، بلکہ میری اس عرضداشت پر کہ یہ سلسلہ اشاعت چونکہ اس ملک میں اپنی قسم کا پہلا کار نامہ ہی ، لہذا اس سلسلہ کا اعلیٰ حضرت کے نام سے منسوب ہونا اس کی اہمیت اور قدر افزائی کا باعث ہوگا ، اگست ۱۹۱۵ء میں کمیات کو حضور ممدوح الشان نے اپنے نام نامی و اہم سامی سے معنوں کیلئے جانے کے خاص فرمان کے ذریعہ سے باضابطہ اجازت مرحمت فرمائی کہ ملک کے علم دوست طبقہ کو دھین منت فرمایا ہی \*

### ۴۔ تحقیق قصائد حضرت امیر خسرو

فراموشی ترتیب کمیات خسرو کے دوران میں سب سے پہلا کام حضرت امیر خسرو کی تصانیف کی تعداد اور ان کے ناموں کی تحقیقات تھی۔ حضرت کی تصانیف کی تعداد کے متعلق خرد مروخیں اور تذکرہ نویسوں میں بہت اختلاف ہی۔ جامی (رحمۃ اللہ علیہ نے) جن کا زمانہ حضرت امیر خسرو سے نسبتاً قریب ہی (تفصیلات الاتس میں

تصنیفات خسروی کی تعداد ۹۲ بتلائی ہی — تذکرہ خوشگو و شہزادہ فارسی کی ایک ضخیم تاریخ ہی جس کا چھپنا ثابت نہیں ہونا، مگر ممالک یورپ کے کتب خانوں کی فہرستوں میں اس کا جائزہ لگتا ہے — ڈاکٹر اسپرنگر نے سنہ ۱۸۴۸ ع میں شاہان اودہ کے تین کتب خانوں یعنی توپ خانہ، موتی محل اور فرح بخش کی کتابوں کی فہرست گورنمنٹ آف انڈیا کے حکم سے مرتب کی تھی — اس فہرست میں تذکرہ خوشگو کا حضرت امیر خسرو کی تصنیفات کے متعلق مندرجہ ذیل اقتباس درج ہے — ”مشہور است نود و نہ کتاب تصنیف کردہ — اما انچه از مثنویات متداول است اپن تفصیل دارد: ( ۱ ) خمسہ یعنی مطلع الانوار، لیلی مجنوں، خسرو شیریں، انینہ سکندری، ہشت بہشت، ہزدہ ہزار بیت، ( ۲ ) مثنوی عشقیہ چہار ہزار بیت ( ۳ ) قرآن السعدین پنج ہزار بیت ( ۴ ) مثنوی نہ سوچہ چہار ہزار بیت ( ۵ ) تنق نامہ نازنام سہ ہزار بیت — و تعداد دیوان و غزل وغیرہ مشخص نیست — و در اثر اعجاز خسروی و تاریخ دہلی، خزائن الفتوح، مناقب ہند و چند رسالہ دیگر دو علم اسفاء ( ؟ ) و موسیقی و رسالہ خالق باری را ہم بدو منسوب دارند کہ اطفال ہندوستان آن را می خوانند — و انچه در ہندی زبان کارستانہا کردہ ہیچ شاعرے را دست ندادہ — چنانکہ اشعار مطائیبہ درمیان شادیا بہ ہندوستان رائج است و لطائف و طرائف آن غارۃ قبول شہرت بر رو دارد، — اس تذکرہ کے بموجب تصانیف خسروی کی تعداد ۹۹ ہوتی ہی — لیکن تذکرہ ہفت اقدیم میں ( جو امین الدین رازی نے سنہ ۱۰۰۲ ہجری میں مرتب کیا ) تصانیف کی تعداد بجائے ۹۹ کے ۱۹۹ درج کی ہی — دولت شاہ

مہاراجہ نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ خود حضرت امیر خسرو نے اپنی کسی تصنیف میں اشعار کی تعداد چار اور پانچ لاکھ کے درمیان بتلائی ہے۔ تاریخ فرشتہ میں آپ کے اشعار کی تعداد پانچ لاکھ تک لکھی ہوئی ہے۔ اس تحقیقات میں بڑی مشکل یہ ہے پیش آئی ہے کہ تذکرہ نویسوں نے تعداد تصنیفات کا تخمینہ بتلاتے ہوئے ان کے ناموں کی کم و بیش مکمل فہرست لکھنے کی کوشش نہیں کی۔ اور یورپین علماء مستشرقین کے شوق علمی کا یہ حال ہے کہ ڈاکٹر اسپرنگر نے (جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے) جو سنہ ۱۸۵۰ء سے سنہ ۱۸۵۷ء تک مدرسہ عالیہ نکتہ کے پرنسپل رہے تھے) ہندوستان سے ایک بہت بڑا ذخیرہ نایاب قلمی کتابوں کا (جن کی تعداد ۲۰۵۲ سے زیادہ) تھی برلن کے کتب خانہ میں بھجوا دیا، جو اسپرنگر کمیشن کے نام سے مشہور ہے۔ ان کتابوں کی جس فہرست کا اس وقت تک مجھے پتہ چلا ہے وہ جرمن زبان میں ہے۔۔۔ یورپ میں قلمی مسودات کے شوق کا یہ عالم ہے کہ لندن کی لیورڈ کمپنی نے اپنی فروختی قلمی نسخوں کی فہرست میں مثنوی شیرین خسرو کے ایک مختصر نسخہ کی قیمت ایک سو ساڑھے روپے درج کی ہے، حالانکہ اس مثنوی کے قلمی اور مطبوعہ نسخے ہو چکے ہیں بہ آسانی میسر آسکتے ہیں۔ ایسی صورت میں جبکہ تذکروں میں تصانیف کی فہرست کا اہتمام نہ کیا گیا ہو اور اس ملک کی نایاب تصنیفات کے خزانے اہل ملک کی بدمزائی کے طفیل رفتہ رفتہ سب یورپ کے علمی جواہر خانوں میں پہنچ چکے ہوں تو حضرت امیر خسرو کے کلام کا پتہ چلانا دشوار سے دشوار تر کام ہو گیا ہے۔ کل تصنیفات کی تعداد کے تعین میں تو اختلاف تھا ہی۔۔۔ حضرت کے دیوانوں کی تعداد میں

بہی مختلف فہرستوں میں اتفاق نہیں — جس قدر فہرستیں پرانے زمانہ میں مرتب ہوئی ہیں ان میں حضرت امیر خسرو کے صرف چار دیوان مذکور ہیں ؛ یعنی تھکنۃ الصغر ، وسط الحیوة ، غرة الکمال اور بقیہ نقیہ — لیکن مسٹر چارلس دیو نے لندن کے برٹش میوزیم کی کتابوں کی جو فہرست سنہ ۱۸۸۳ء میں مرتب کی اُس میں پہلی بار پانچ دیوانوں کے وجود کا پتہ چلتا ہے — اور پانچویں دیوان کا نام نہایت الکمال لکھا ہوا ہے جو اُس کتب خانہ میں موجود ہے — ہانکی پور لائبریری میں بھی اس کا ایک نسخہ ہے اور دوران تحقیقات میں معلوم ہوا کہ یہ دیوان دہلی میں چھپ بھی چکا ہے — مغرب کے علماء مستشرقین نے اٹائے فراہمی کلام میں حضرت امیر خسرو کی تصنیفات کو تاریخی حیثیت سے بھی بہت غور کے ساتھ مطالعہ کیا ہے — چنانچہ سر ہنری ایللیٹ نے اپنی تاریخ ہند کی جلد سوم کے ضمیمہ کے طور پر مثنوی خزائن الفتوح اور قران السعدین میں سے ایک مبسوط خلاصہ اُن تاریخی واقعات کا لکھا ہے جو ان مثنویوں کا موضوع ہیں اور پھر آگے چکر مثنوی عشیقہ و نہ سپہر و اعجاز خسروی کا خلاصہ بھی کر دیا ہے — تذکرہ نویسوں میں تصنیفات خسروی کی تعداد کے متعلق جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کے بعض وجوہ دوران تحقیقات میں مجھے معلوم ہوئے — یورپ کی مشہور لائبریریوں کی فہرست ہائے کتب دیکھنے سے پتہ چلا کہ دنیا کے مختلف کتب خانوں میں حضرت امیر خسرو کی ایک ایک تصنیف کے مختلف قلمی نسخے موجود ہیں جن کے مضامین اور اُن کی ترتیب ایک دوسرے سے جدا ہیں — مثلاً دیوان امیر خسرو کے نام سے بیسیوں نسخے مختلف لائبریریوں میں موجود ہیں

جو حقیقت میں حضرت امیر خسرو کے پانچویں دیوانوں کی مختلف غزلیات کا مجموعہ ہیں — مختلف لوگوں نے اپنے اپنے مذاق کے مطابق دیوانوں میں سے غزلیات و قصائد کا انتخاب و اقتباس کر لیا ، لہذا یہ دیوان ایک دوسرے سے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے بادی النظر میں جدا جدا تصنیف خیال کیئے جاسکتے ہیں — اسی طرح کلیات امیر خسرو کے مختلف نسخے کتب خانوں میں موجود ہیں جن میں اہل ذوق نے یا تو اپنے اپنے رجحان طبع کے مطابق کلام جمع کر لیا یا جس کو جس قدر کلام میسر آیا ایک جگہ کر لیا — یہی حال مثنویات اور قصائد کے مختلف مجمرعوں کا سمجھنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ حضرت کی مصنفہ کتابوں میں سے ایک ایک کتاب نئی نئی ناموں سے منقب ہی — مثلاً مثنوی عشیقہ کے متعدد نام ہیں — اس کو بعض نے مثنوی عشیقہ کہا ہی — قصہ دولرانی و خضر خاں و نسخہ خضر خانی بھی اسی کے نام ہیں — مہتمم صاحب کتب خانہ حیدر آباد کی تحریر سے مجھے معلوم ہوا ہی کہ مقابلہ کرنے پر مثنوی آغاز عشق بھی یہی مثنوی عشیقہ ثابت ہوئی — دہلی سے حال میں بعض مطبوعہ تصانیف خسروی کا اشتہار شائع ہوا تھا — اس میں اسی مثنوی کا نام ”منشور شاہی“ بھی لکھا تھا — اس طرح ایک کتاب کے چہ نام ہو گئے — کتب خانہ حیدر آباد سے ایک کتاب ”مثنوی در تعریف، دہلی“ کے نام سے مجھے موصول ہوئی تھی اور اُس کی نقل ہو چکی تھی — تصحیح کی غرض سے جب مقابلہ کیا گیا تو پتہ چلا کہ یہ مثنوی قرآن السعدین ہی — کتاب خزائن الفتوح کی لوح پر اس کا نام سرور الروح اور تاریخ علائی بھی لکھا ہوا پایا گیا — اندیا آفس لائبریری کی فہرست میں دیوان غرۃ الکملال کا نام



کتاب الکمال ہی درج ہی — اسی فہرست سے معلوم ہوا کہ مثنوی مفتاح الفتوح یا فتح الفتوح (جس میں سلطان جلال الدین فیروز شاہ کے فتوحات کا ذکر بھی) ابتدا میں دیوان غرۃ الکمال کا جزو ثانی اور اسی مثنوی کا نام فتح نامہ بھی تھا — چنانچہ رام پور کے کتب خانہ میں یہ مثنوی اب بھی اس نام سے دیوان غرۃ الکمال کے جزو ثانی حیثیت سے موجود ہے — حال میں جب کلام خسروی کی تلاش میں میرا رام پور جانا ہوا اور کتب خانہ ریاست سے حضرت امیر خسرو کی تصنیفات پر آمد تو انہی کتابیں، تو پتہ لگا کہ مجموعہ مثنویات و قصاید میں حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے بعض مثنوی اور قصیدہ کو خاص نام سے منسوب کر دیا ہے — مثلاً ایک مثنوی کا نام باز تامہ ہے، دوسری کا اسپ تامہ یا فوسلہمہ ہے جس کا ذکر تریخ فیروز شاہی ضیاء برنی مطبوعہ ممکتہ میں بھی درج ہے — ایک قصیدہ کا نام ”بحر العبر“ معلوم ہوا اور ایک قصیدہ کا نام ”مرآۃ الصفا“ ہے جو حکیم خاٹائی کے قصیدہ کے جوبل میں ہے — اسی طرح ممکن ہے کہ دوسری مثنویوں کے اور نام ہوں جس سے تصانیف کی تعداد بڑھ جاتی ہے — صرف یہی نہیں بلکہ بعض ایسی کتابیں جو حقیقت میں دوسرے مصنفوں کی تصنیف ہیں عام طور پر حضرت امیر خسرو کا نام سمجھی جاتی ہیں — مجھے نہایت تعجب ہوا کہ ایشیاتک سوسائٹی کی لائبریری سے (جو اس ملک میں علمی تحقیقاتوں کا ذخیرہ مرکز ہے) ایک نسخہ قلمی ”صفات العشاقین“ نام بہ حیثیت کلام حضرت امیر خسرو میرے پاس بھیجا گیا، حالانکہ یہ امیر خسرو کا کلام نہ تھا — اول تو اس نسخہ کے عنوان میں اس کے مصنف ”ہلالی“ کا نام درج ہے — یہ نام حلائی زمین پورسقیی روشنائی سے لکھا ہوا

تھا اور اب اس قدر مت گیا ہی کہ کافی غور کے بغیر سمجھنے میں نہیں آسکتا - اس کے علاوہ مولوی رشید احمد صاحب ”سالم“ پروفیسر فارسی مدرسۃ العلوم علی گڑھ نے (جنہوں نے مجھے اس کام کی نگرانی میں بڑی قابل قدر مدد دی ہے) اس کو ملاحظہ کیا تو اس میں کافی اندرونی شہادت اس امر کی موجود پائی کہ یہہ کتاب مولانا ہلالی کی تصنیف ہی — مثلاً خاتمہ کتاب پر مصنف نے اپنا تخلص ذکر کیا ہے : —

مرا آخر ہلال خویش انکار \* ”ہلالی“ را بلال خویش انکار

اور اگے چلکر شاعر نے دو جگہ پھر اپنا نام ظاہر کیا ہے : —

”ہلالی“ راہوائے اشنائیت \* بختور رشید اشنائی روشنائیت

ہلالی این چہ دریائے معانیست \* کہ موج آں زبکر اسمائیت

بوصف عاشقان دفتر نشادم \* صفات العاشقین نامش نہادم

نوشتنم نامہ در نیک نامی \* کہ خسرو آفرین کرد و نظامی

اندیا افس لائبریری کی مطبوعہ فہرست میں بھی یہہ کتاب مولانا

یدرالدین ہلالی استرآبادی کی تصانیف کے ذیل میں درج ہے - اس

کتاب کے متعلق میں نے ایک مفصل نوت مشعر حالات مذکورہ بالا

سکرتری صاحب ایشیاٹک سوسائیتی کی خدمت میں بھیج دیا ہے \*

ایسی ہی ایک کتاب مثنوی ”اشک و اہ“ حضرت امیر خسرو سے

منسوب ہوکر کتب خانہ حیدرآباد سے میرے پاس آئی جس میں

جانبجا اندرونی شہادتیں ایسی موجود ہیں جن سے صاف معلوم

ہوتا ہے کہ یہہ کتاب حضرت امیر خسرو کا تلام نہیں — اس کتاب

کو ملاحظہ کر کے مولوی رشید احمد صاحب پروفیسر فارسی مدرسۃ العلوم

علی گڑھ نے حسب ذیل نوت لکھکر مجھے دیا تھا : —

”مثنوی اشک و اہ حسب الاحکام نواب صاحب بہادر میں نے دیکھی۔“

یہہ منٹوہی حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب تھی - اور اس یقین کے ساتھ میں نے اس کو بغرض تصدیق دیکھنا شروع کیا تھا - لیکن چند صفحات پڑھنے کے بعد مجھے شبہ ہوا اور یہہ شبہ بتدریج بڑھتا گیا، کیونکہ اس میں جا بجا ایسی ترکیبیں پائی گئیں جو متاخرین خیال بندوں مثلاً بیدل اور غنیمت وغیرہ کے اختراعات ہیں اور متقدمین کے کلام میں نہیں پائی جاتیں - حتیٰ کہ جلال اسیر کا کلام بھی جو خیال بندی کا موجد سمجھا جاتا ہے، اس قسم کی ترکیبوں اور اس نہج کی بندشوں سے عاری پایا جاتا ہے - منٹوہی کا معتد بہ حصہ پڑھنے کے بعد متعجب و یقین ہو گیا کہ اس کا مصنف غنیمت یا اُس کا کوئی ہمرنگ و ہم عصر شاعر ہے - کیونکہ اس گروہ کے طرز خیال کے صریح نشانات جا بجا نمایاں معلوم ہوتے تھے - مثال کے طور پر چند ترکیبیں عرض کرنا ہوں :

”نکاحِ خوں بد امن“ - ”ناله منتشرِ خروش“ - ”چمن سازِ نکاحِ شر در بحرِ من میماپ“ - ”قماش چاک پیراہن“ - ”دفترِ نویس شعبہ“ - ”قیامت در رکابِ موجِ خوں“ - ”طبعِ نشہ پیمانہ غم“ - ”نمک حل سازِ جانِ ریش“ - ”شریکِ کاروانِ دل بدوش“ - ”قیامت حل کن و درِ ساغرِ ریز“ - یہہ اور اس قسم کی بیشمار بندشیں جو منٹوہی میں بکثرت ہیں اس امر کا یقین دلائے کے لئے کافی تھیں کہ یہہ منٹوہی حضرت امیر خسرو کی نہیں ہوسکتی، خاص کر اُن لوگوں کے لئے جو فارسی شاعری کے مختلف ادوار کے کلام پر غائر نظر رکھتے ہیں - آگے چلکر ایسے واقعات ملے جن کو دیکھکر کسی شخص کے دل میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ سکتا - مثلاً صفحہ ۴۶ پر میر محمد زمان داسج کا مرثیہ لکھا ہے جن کی وفات سنہ ۷۰۷ھ بمطابق ۱۱۷۲ء

میں ہوئی۔ اور صفحہ ۴۷ پر بادشاہ دین پناہ مہدی الدین اورنگ زیب بہادر غازی کی تعریف لکھی ہے — ان باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کتاب امیر خسرو کی تصنیف نہیں ہوسکتی — اصل یہ ہے کہ یہ مثنوی میر غازی شہین لاهوری کی تصنیف ہے جن کی وفات سنہ ۱۱۳۰ ہجری میں ہوئی اور جو میر محمد زمان داسن سرہندی کے شاگرد ہیں : جیسا کہ اُنہوں نے مثنوی میں ایک جگہ اس کا اعتراف یہی کیا ہے \*

اسی طرح مجھے معلوم ہوا تھا کہ فن موسیقی میں ایک کتاب ”راگ درپن“ نام حضرت امیر خسرو کے زمانہ میں تصنیف ہوئی ہے — اس نام کا ایک قلمی نسخہ فارسی زبان میں مجھے ندوۃ العلما لکھنؤ کے کتب خانہ سے ہم پہنچا جس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب ایک شخص ہنونت نامی نے راجہ مان سنگہ والی گوالیار کی قومایش پر سنسکرت زبان میں لکھی تھی جس کا ترجمہ نذیر اللہ نامی ایک شخص نے سنہ ۱۰۷۳ ہجری میں زبان فارسی کیا جو راگ درپن کے نام سے مشہور ہے — یہ کتاب نہایت قابل قدر ہے اور میرا قصد ہے کہ اسی سلسلہ میں ترتیب کیات سے فارغ ہو کر اس کتاب کو بھی شائع کروں : چنانچہ میں نے اس کی نقل کرائی ہے \*

اُن دنوں کے علاوہ ایک کتاب مسمیٰ بہ ”خیالات خسرو“ کی نسبت مجھے پتہ ملا تھا کہ یہ امیر خسرو کی تصنیف ہے مگر رام پور کے کتب خانہ میں اس نام کا ایک رسالہ موجود تھا جس کے دیکھنے سے ثابت ہوا کہ وہ حضرت امیر خسرو کے زمانہ سے بہت بعد کی تصنیف ہے اور چونکہ اس کتاب کے شروع میں الفاظ ”خیالات خسرو“ واقع ہوئے ہیں غالباً اس لحاظ سے اس کو امیر خسرو سے منسوب

کو دیا گیا \*

ایک قلمی نسخہ بہ نام ”رقعات امیر خسرو“ میرے ایک لکھنؤی دوست نے مجھے دیا تھا۔ مگر اس کی بابت بھی یہی تحقیق ہوا کہ وہ غیر کالم ہی — ریاست حیدرآباد سے دو نسخے قلمی ”رقعات حضرت امیر خسرو“ کے نام سے آئے تھے۔ ان نسخوں کو ملاحظہ کر کے میرے دوست مولوی شفیق بشیر الدین صاحب رئیس میرٹھہ نے (جن کا سائنسی مذاق فی زمانہ مسلمانوں میں ہم پایا جاتا ہے) مجھے مندرجہ ذیل نوٹ لکھ کر دیا تھا:—

”میں نے ہر دو جلد رقععات کو (جو تہمت خانہ اصفیہ سے آئی ہیں اور حضرت امیر خسرو دہلوی رح سے منسوب ہیں) معائنہ کیا۔ ایک کتاب میں اول ورق اور چند اوراق دیگر مقامات سے گم ہو گئے ہیں۔ اس وجہ سے بادی النظر میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ دو جدا جدا کتابیں ہیں، مگر حقیقت میں یہ دونوں کتابیں ایک ہی نسخہ ہی تقسیم ہیں۔ پہلے معائنہ ہی میں عبارت کتاب کی طرز سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حضرت امیر کا کلام نہیں۔ خصوصاً دیباچہ کے عنوان سے پورے طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ مصنف مکتوبات کوئی دوسرے بزرگ ہیں جنہوں نے اپنی کتاب کو تیمناً و تبراً حضرت امیر خسرو کی مثنوی سے شروع کیا ہے۔ دیباچہ کی عبارت یہ ہے:

”عنوان نامہ خیالات از مثنوی صاحب نکالت صوری

و معنوی امیر خسرو دہلوی بیاراست“ \*

اس کے علاوہ رقععات کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے بہت سے مختلف شعراء کے اشعار ان رقععات میں تحریر کیے ہیں۔ حضرت امیر خسرو نے جو غیور طبیعت پائی تھی اُس سے یہ امر بعید

معلوم ہوتا ہی کہ وہ اپنے کلام کی قزقین دیوار شعرا کے اشعار سے قورماتے۔  
 بہرہ بہ کہ جن شعراء کا کلام نقل کیا گیا ہی اُن میں بعض حضرات  
 مثل خواجہ حافظ شیرازی و مولانا جامی رح و عرفی شیرازی حضرت  
 لمیر کے بہت بعد ہوئے ہیں۔۔ ان شعراء کے چند اشعار یہاں نقل کرتا  
 ہوں جو ان رفعات میں درج ہیں :

### خواجہ حافظ شیرازی رح

صفحہ ۳ — ہرگز لمیرد آنکہ دانش زندہ شد بہ عشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

۶۶ کشتی شکستہ تاہم اے باد شرط بر خیز

باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را

صفحہ ۱۸ — زانک شراب کوثر و حافظ پہالہ خواست

تا درمیان خراستہ فرد گار چیست

صفحہ ۴۳ — آمایش دو گیتی تفسیر ایں دو حرفست

یا دوستان تحلف با دشمنان مہلورا

صفحہ ۴۹ — مصلحت نیست کہ از پردہ درون افند راز

ورنہ در مجلس رن آن خبرے نیست کہ نیست

ان کے علاوہ اور بہت سے اشعار حضرت حافظ رح کے ان رفعات میں

جا بجا منقول ہیں \*

### اشعار مولانا جامی رح

صفحہ ۱۹ — چیست میدانی صدائے چنگ و غون

انت حسبی انت کافی یا ودود

آہ ازیں مغرب کہ از یک ذمہ اہی

آمدہ در رقص ثرات و بچوں

نیست در افسردگان ذوق سماع  
ورنه عالم را گرفت است این سرود

رباعی

صفحه ۵۱ — همسایه و همنشین و همزه همه اوست  
در دلق گدا و اطلس شه همه اوست  
در انجمن فرق و نهان خانه جمع  
بالله همه اوست و ثم بالله همه اوست  
عرفی شیرازی

چنان بانیک و بد عرفی بسر بن کز پس مردن  
مسلمانان به زمزم شوید و هندو بسوزاند  
علاوه ازین دو موقعین پر حضرت امیر رح کا تلام بهی نقل کیا گیا  
ہی؛ اور اُس عبارت سے واضح ہی کہ نقل کرنے والا توئی دوسرا  
شخص ہی \*

صفحه ۳۲ — و خوشتر ازین بشنو قول امیر خسرو  
ہر کہ قانع شد بہ خشکوتر شہ بحر و بر است  
صفحه ۲۱ پر حضرت امیر کا تلام اُس طرح نقل کیا گیا ہی  
نازم بآن دے کہ از شعلہ عشق افروخته بہ آتش محبت سوخته  
باشد چنانچہ امیر خسرو میفرماید

رباعی

از آتش عشق ہر کہ افروخته نیست  
با او سر سموزن دلم دوخته نیست  
گر سوخته دل تہ زما دور کہ ما  
آتش بہ دے ز نیم کو سوخته نیست

حافظ شیرازی، مولانا جامی اور عرفی کا زمانہ حضرت امیر خسرو کے بعد ہوا ہے۔ حضرت امیر خسرو کا سنہ رحلت سنہ ۷۲۵ ہجری ہی اور آپ کی تاریخ رحلت یہہ ہے :

خسرو دہلوی بحکم خدا \* بشب جمعہ شد ز دار فنا  
 عمر ہفتاد و پنج سالش بود \* کانزماں شد بدر گہ معبود  
 ہیز دہم بود از سنہ شوال \* کہ گذشتہ ازین جہان ملال  
 خسرو دہلوی بہشتی بود \* سال نقوش بگو کہ چشتی بود  
 ۷۲۵ ہجری  
 سال نقوش خرد عیان و نہفت \* باز شکر مقال طوطی گفت  
 ۷۲۵ ہجری

حضرت مولانا جامی رح کا سنہ رحلت سنہ ۸۹۹ ہجری ہی اور آپ کی تاریخ رحلت یہہ ہے :

افصح بے نظیر جامی بود \* بکمالات علم نامی بود  
 ہمہ تصنیف آں محلے شان \* عدد جام شد رقم برخوان  
 ۸۲۲  
 ہاتم گفت سال رحلت او \* جاے جامی بہشت عدن بگو  
 ۸۹۹ ہجری

عرفی شیرازی کا زمانہ سنہ ۱۰۰۰ ہجری کا ہی اور خواجہ حافظ شیرازی رح کا سنہ وفات سنہ ۷۹۱ ہجری ہی اور آپ کی تاریخ وفات ”خاک مصلے“ سے نکلتی ہی \*

۷۹۱

اس تمام فتویٰ کے بعد ناظرین پر یہہ بتدوئی ثابت ہو جائیگا کہ یہہ رجعات حضرت امیر خسرو دہلوی کی تصنیفات سے نہیں ہیں، \*



خلاصہ بحث یہہ ہی کہ ایک طرف تو ایک ایک نسخہ کے متعدد

نام ہیں۔ دوسری طرف غیروں کی تصنیفات کسی نہ کسی طرح حضرت امیر خسرو سے منسوب ہوتی ہیں۔ ایسی حالت میں تعین تعداد تصانیف خسروی میں اختلاف کا ہونا لازمی تھا۔ مگر میری نوجہ شروع سے اس طرف مائل رہی ہی کہ کوئی ایسی کتاب جو ہذاظ شہرت امیر خسرو سے منسوب ہو ( مگر حقیقت میں اُن کا کلام نہ ہو ) وہ جزو کیدات نہ ہو۔ اور اس وجہ سے یہہ اہتمام کیا گیا ہی کہ نقل ہونے سے پہلے ہر ایک نسخہ کی نسبت اطمینان کر لیا جاتا ہی کہ وہ حضرت امیر کی تصنیف ہی اور اس غرض سے یہہ نسخے اول ایسے قابل اعتماد حضرات کو ملاحظہ کرادیئے جاتے ہیں جو فارسی شاعری کا صحیح ذوق رکھتے ہیں، جن کی مختلف طبقوں کے شعراء کے کلام پر نظر ہی اور جو فارسی علم ادب کی تاریخ سے واقف ہیں \*

حضرت امیر خسرو کی تصنیفات کی تلاش میں یورپین مستشرقین کے مختلف تذکروں کا مطالعہ کیا گیا ہی۔ بہت سے اُن تذکروں کی فہرست جن کا حوالہ اول الذکر کتابوں میں درج ہی یا خود فارسی تذکروں میں ملتا ہی اس مقام پر درج کرنا خالی از دلچسپی نہوگا، و ہوہذا :- خزائنہ عامرہ - نفحات الانس - تذکرہ خوشگو - شمع انجمن - تذکرہ نساج - تاریخ فرشتہ - تذکرہ عرفات اوحدی - تذکرہ شعراء دولت شاہ سمرقندی - مجمع النفائس - تذکرہ مخزن الغرائب - ریاض الشعراء - بہارستان سخن - تذکرہ والہ داغستانی - مائراامرا - جوہر الاسرار - ہفت اقدیم - بیت خانہ - آتشکدہ - خلاصۃ الکلام - مجالس النفایس - خلاصۃ الاشعار - ہمیشہ بہار - تذکرہ ندرت - خلاصۃ الامکار - تاریخ بدائنی - تذکرہ طبقات الشعراء قدرت الہ قدرت \*

ان میں سے بعض تذکرے میں نے فراہم کیئے مگر اکثر باوجود کوشش  
 بلیغ اس وقت تک ہندوستان میں دستیاب نہیں ہو سکے مگر ان تذکروں  
 میں سے کسی میں سوائے اُن کتابوں کے ناموں کے جن کی تعداد ۴۵  
 سے متجاوز نہیں ہے اور کسی تصنیف کے نام کا پتہ نہیں چلتا \*  
 اسی تحقیقات کے سلسلہ میں مجھے ایک دوست نے اطلاع دی  
 تھی کہ بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت امیر خسرو نے شیخ سعدی  
 کی گستان کا ترجمہ عربی زبان میں کیا تھا، مگر مجھے کسی تذکرہ سے  
 اس کی تصدیق نہیں ہوئی \*

سب سے زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ حضرت امیر کے ہندی  
 کلام کا بالکل سراغ نہیں چلتا۔ میں نے سکوتری صاحب ناگری  
 پرچونی سہا بنارس کو بھی خط لکھا تھا کہ اگر آپ کے سلسلہ تحقیقات  
 میں خسرو کا کوئی ہندی کلام ملا ہو تو مطلع کیا جاوے۔ مگر جواب  
 حسب مراد نہیں ملا۔ مولانا ابوالکلام صاحب آزاد نے بمقام دہلی  
 مجھے اطلاع دی تھی کہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے کتب خانہ  
 میں ہندی کا بہت سا کلام پمیلیوں اور تھہ مکرنبوں کی صورت میں  
 موجود ہے۔ میں اسی شوق میں اس سوسائٹی سے عرصہ تک  
 مراسلت کرتا رہا۔ اور بالآخر آئریبل جسٹس سر اسوتوش مکرجی  
 اور ڈاکٹر المامون صاحب سہروردی کی توجہ اور ان دونوں بزرگوں کی  
 تحریک و تائید سے ایشیاٹک سوسائٹی کے ممبری کی عزت بھی مجھے  
 حاصل ہو گئی۔ مگر باوجود پیہم استفسارات کے کسی ہندی کلام کا پتہ  
 اس وقت تک وہاں نہیں چلا۔ ڈاکٹر المامون سہروردی صاحب نے جو  
 ایشیاٹک سوسائٹی کے پہلے ہندوستانی فلا لوجکل سکریٹری ہیں از راہ  
 عنایت میری استدعا پر اُن تمام مولوی صاحبان کو خاص ہدایت بھی کر دی

ہی جو سوسائٹی کے زیر ہدایت ملک میں دورہ کرنے پر مامور ہیں - اور مختلف لائبریریوں کا معائنہ کرتے رہتے ہیں کہ جہاں یہیں حضرت امیر کے کلام کا پتہ لگے فوراً مجھے اطلاع دیدیں - تیز عمل سوسائٹی تو یہہ ہدایت بھی کر دی کہ سوسائٹی کے جس قدر نسخے تصنیف امیر خسرو کے مستعار باہر گئے ہوں وہ سب واپس طلب کر لیئے جائیں -

ڈاکٹر صاحب موصوف کی عنایت سے سوسائٹی کے چیف ریسرچ مولوی حافظ نذیر احمد صاحب نے مجھے بہت سی مفید اطلاعات بھی بھیجیں - مگر ہندی کلام کی تلاش میں ہندو کوئی کامیابی نہیں ہوئی -

مراد علی سید احمد صاحب مولف فرہنگ آصفیہ نے مجھے اطلاع دی تھی کہ ہندی کی بہت سی پہلیاں اور کچھ مکتوبات وغیرہ صاحبزادہ میروستم علی صاحب کے پاس تھیں اور اب وہ نسخہ صاحبزادہ شرف الدین صاحب کے پاس ہی جو ان کے قرامت دار ہیں اور درگاہ حضرت نظام الدین اولیا میں قیام فرماہیں میں نے مولانا حسن نظامی صاحب سے استدعا کی کہ وہ اس نسخہ کی تلاش میں مجھے مدد دیں - تیز مرلاتا عبدالواحد صاحب واحدی ایڈیٹر رسالہ نظام المشایخ دہلی کی خدمت میں تصدیعہ دیا کہ وہ مقامی قوالوں سے حضرت امیر کا ہندی کلام جمع کرنے کا اہتمام فرما سکیں تو میں اس کوشش کے تمام مصارف ادا کرنے کے لیئے تیار ہوں - اس کے بعد اسی تلاش و جستجو میں خود بھی دوبار دہلی پہونچا اور حضرت نظام الدین اولیا کی درگاہ میں حاضر ہوا - تیز تمام اسلامی اخبارات میں کئی بار اعلانات شایع کیئے - لیکن یہہ سب کوشش اس وقت تک ناکام ثابت ہوئی ہی تذکرہ آب حیات میں مولانا محمد حسین صاحب آزاد مرحوم نے کچھ نمونہ امیر خسرو کے ہندی کلام کا نقل کیا ہے مگر اس تذکرہ

سے پہلے پتہ نہیں چلتا کہ اُس کلام کا ماخذ کیا ہے — مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی رئیس ہیکم پور نے جن کی ہندو اُردو علمی قابلیت مسلمت ہے اور جن کی امداد اس کام میں شروع ہی سے میری کمزور سعی کے شامل حال رہی ہے) بکراپ میرے استفسار کے اطلاع دی تھی کہ مولانا محمد حسین صاحب آزاد مرحوم نے نظام اُردو کی ایک سوانح لکھی ہے اور اُس میں حضرت امیر کے ہندو کلام کے حوالے درج ہیں — میں نے اس تاریخ کا پتہ چلانا چاہا مگر اُس کا کوئی حال دریافت نہ ہو سکا \*

### ۵ — تلاش تصانیف

با اقبال زندہ قوموں کی علامات زندگی میں سے ایک پہلے علامت بھی دیتی ہے کہ وہ علم کی توسیع و اشاعت اور قوم کی اخلاقی و ذہنی ترقی مد نظر رکھتے ہوئے موجود اوقات علما اور مصنفین کے قدر شناسی اور حوصلہ افزائی کے سلسلے میں اپنی قوم تیز دوسری قوموں کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں برسوں پیشتر کے گذرے ہوئے شعرا اور مصنفین کے حالات و زندگی معلوم کرتے اور اُن کی تصانیف کا پتہ لگانے اور شائع کرنے اور اُن کی عالمگیر شہرت جس کے وہ ہر طرح مستحق ہیں قائم کرنے اور قائم رہنے میں غیر معمولی جدوجہد سے کام لیتے ہیں۔ مغربی قومیں (خواہ انگریز ہوں یا فرانسیسی یا جرمن) ہوگز ہرگز اپنی قوم کے مشہور مصنفین کے کلام کو ضائع نہیں کرنے دیتیں — طویل یا مختصر جو کچھ ہاتھ لگ جاتا ہے سب کو چھاپ کر زندہ رکھتی ہیں یہاں تک کہ چار نظروں کا ایک رقعہ بھی مل جاوے تو اُسے بھی بچاتے ہیں اور ٹائپ کے ذریعہ سے محفوظ کر دیتے ہیں۔ یورپ کے ممالک میں زمانہ ماضی کے مشاہیر اہل تصنیف کی سوانح عمری

معلوم کرنے اور اُن کا کلام جمع کرنے کا شوق اب اس درجہ تک پہنچا  
 گیا ہے کہ انگلستان کے مشہور شاعر شکسپیر کی سوانح عمری لکھنے  
 والے ایک فاضل انگریز نے لکھا ہے کہ ”اس زمانہ میں ہم اس عہد  
 کا تصور باندھنے سے بھی قاصر ہیں جبکہ مصنفین کی سوانح عمریوں سے  
 اہل مدک کو توئی دلچسپی نہوا کرتی تھی اور جبکہ باوجود اپنے کلام  
 کے مقبول عام ہونے کے شاعر کی خاطر خواہ قدر و منزلت نہ کی جاتی تھی۔“  
 یونان کے شہرہ آفاق شاعر ہومر کو دنیا سے رخصت ہوئے ہزاروں برس  
 گذر گئے مگر یورپ میں اُس کے کلام کی تازہ شرحیں آج بھی شوق  
 کے ساتھ لکھی اور پڑھی جاتی ہیں — جن شہزادوں اور مقامات کا  
 اُس کے کلام میں ذکر آگیا ہے علمی حلقوں میں اُن کے تہنذرات اور  
 مشکل وقوع کی بابت محققانہ بحث و مباحثہ کا سلسلہ اب تک  
 جاری ہے۔ بعض انگریزی شعراء نے سینکڑوں برس پیشتر اپنے کلام میں  
 اگر کسی جہیل یا تالاب یا پہاڑی یا ندی کا ذکر کر دیا ہے تو اُن مقامات  
 کو سوانح نویسوں کی بدولت آج تقدس کا وہ درجہ نصیب ہو گیا ہے  
 کہ وہ مقامات آج زیارت گاہ عام و خاص بنے ہوئے ہیں — اُن شعراء  
 کے سکونتی مکانات کی جگہ معین کرنے میں بڑی بڑی محققانہ تلاش  
 و جستجو کی گئی ہے — اُن کے دستخطی خطوط یا مسودات اگر  
 اتفاق سے نہیں مل جاتے ہیں تو ہزارہا روپیہ کی قیمت دے کر  
 اُن کو حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور ملک میں اُن  
 تھریروں کے فوٹو شائع کیے جاتے ہیں — پرانے مصنفین کا کلام نہ  
 صرف تمام دُعا ل جمع کر لیا جاتا ہے بلکہ اُن کی ہر ہر تالیف و  
 تصنیف کی تھریروں کا وقت اور زمانہ مشخص کیا جاتا ہے۔  
 تصانیف کی تقدیم و تاخیر اور اُن کے مضامین کی بنا پر شعراء و مصنفین

بکے ہزارہا صفحوں کے طول طریل سوانح عربی مرثب ہو جاتی ہیں اور اُن کی عادات و خصائل پر مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی جاتی ہے۔ شاہ ہمایوں کی ہمشیرہ گل بدن بیگم کی لکھی ہوئی تاریخ ”ہمایوں نامہ“ کے چند اوراق قلمی انکستان کے برٹش میوزیم کی لائبریری میں موجود تھے۔ اس قلمی نسخہ کی تکمیل کی غرض سے ایک خاص ماہر فن مستر نیوریج ہندوستان بھیجے گئے اور وہ تمام ہندوستان کی لائبریریوں میں مکمل نسخہ کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ میرے زمانہ مستقل قیام وام پور میں یہہ صاحب میرے بھی مہمان رہے تھے اور اُس کتاب کی بابت مجھ سے اور اُن سے بہت کچھ گفتگو ہوئی تھی۔ بالآخر یہہ صاحب اپنے نسخہ کو مکمل کر کے انکستان واپس گئے۔ زندہ قوموں کی اس کارروائی سے ملک میں مفید تصنیف و تالیف کی جو ترغیب و تشویق ہوتی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ مگر ہم ہندوستانیوں نے اب تک اپنے بڑے بڑے شعراء و علماء کے مقبول عام کلام میں سے کسی ایک کا بھی پورا کلام جمع اور طبع نہیں کیا۔ یہاں تک کہ امیر خسرو جیسے شیرالنصیف مصنف کے اردو، ہندی اور فارسی کلام کا بڑا حصہ تباہ ہو گیا۔ منجملہ اور علامات کے یہہ بھی ایک علامت ہم مسلمانوں کی تیرہ بختی کی ہے۔ ہندوستان میں زبان اردو کا تحفظ اور اس زبان کی ترقی مسلمانوں کی قومیت کے تحفظ کی ضمانت ہے۔ اور زبان اردو کی حفاظت اور ترقی کا دار و مدار اس پر ہے کہ قدامت کا فارسی اور عربی کلام محفوظ کیا جائے۔ جو لوگ یورپین علوم و فنون کی اردو زبان کے ذریعہ سے تعلیم ہونے کے چاہتی ہیں اور وہ بالکل حق بجانب ہیں۔ اُن کا پہلا فرض یہہ



کلام نثر (۱۹) رسائل اعجاز یا اعجاز خسروی (۲۰) انشاء خسرو  
جس میں صرفیائہ رنگ کے رقعات ہیں اور گویا رسائل

اعجاز کا تنمہ ہی (۲۱) احوال امیر خسرو \*

باقی ۱۷ قلمی نسخے مندرجہ بالا نسخوں کے مکررات ہیں -  
مثلاً کبیات کے نام سے ۳ نسخے ہیں جو بالترتیب سنہ ۸۶۶ء، سنہ ۹۳۳ء  
اور سنہ ۱۰۰۸ء ہجری کے لکھے ہوئے ہیں - قرآن السعدین کے سات  
نسخے درج ہیں، خمسے کے پانچ نسخے، مطبع الانوار اور ہشت  
بہشت کے دو دو نسخے ہیں \*

یہ سب سے بڑی فہرست ہی جو کسی ایک جگہ امیر خسرو  
کے کلام کی مل سکی اور اس وقت تک تحقیقات سے یہ بھی ثابت  
ہوا کہ اندیا آفس لائبریری کی بہ نسبت تعداد میں زیادہ اور کسی  
ایک لائبریری میں امیر خسرو کا کلام جمع نہیں ہی - ہندوستان کی  
مشہور لائبریریوں میں سے شاہان اردہ کے کتب خانوں کی جو فہرست  
سنہ ۱۸۵۳ء میں ڈاکٹر اسپرنگر نے مرتب کی تھی اُس کے مطابق  
ان کتب خانوں میں بھی کوئی ایسی تصنیف نہیں تھی جو اوپر کی  
فہرست میں شامل نہ ہو - بانکی پور کی لائبریری میں مذکورہ بالا  
فہرست سے صرف ایک دیوان یعنی (۲۲) دیوان نہایت الکمال زیادہ  
ہی جس کو اس کتب خانہ کی فہرست مرتبہ ڈاکٹر ڈینزن راس  
(۱۹۰۸ء) میں امیر خسرو کا پانچواں دیوان ظاہر کیا گیا ہی،  
اور جس کا ایک قلمی نسخہ حبیب گنج ضلع علی گڑھ کی لائبریری  
میں بھی موجود ہی - نیز ایک قلمی نسخہ لندن پرنس میوزیم کے  
کتب خانہ میں بھی ہی اور حال میں یہ دیوان دہلی میں چھپکر  
شائع ہوا ہی - لندن پرنس میوزیم کے کتب خانہ میں بھی اندیا



افس کے کتب خانہ سے زائد اور کوئی نسخہ نہیں ہی - ایشیاٹک  
 سوسائٹی کے چیف ریسرچ مولوی حافظ نذیر احمد صاحب نے براہ  
 مہربانی مجھے باڈلین لائبریری، کتب خانہ برکن، کتب خانہ  
 خدیو مصر، کتب خانہ ڈیو سلطان، کتب خانہ ایشیاٹک سوسائٹی  
 ممبئی، ایم جی یونیورسٹی لائبریری، کتب خانہ حاجی حبیب اللہ  
 صاحب واقع نیدر، کتب خانہ شمس العلماء فاضل عبداللہ صاحب  
 واقع مدراس کی فہرست تصانیف امیر خسرو مجھے عنایت کی۔ مگر  
 ان میں سے کسی کتب خانہ میں کسی نئی تصنیف کا وجود نہیں پایا  
 گیا۔ حبیب گنج ضلع علیگڑہ میں مولوی محمد حبیب الرحمن خان  
 صاحب شروانی رئیس ہیکم پور کی لائبریری ہی جس میں بعض نادار الوجود  
 قلمی نسخے ہیں۔ مگر یہاں بھی کسی نئے نسخے کا پتہ نہیں چلا۔  
 ریاست رام پور کے کتب خانہ میں میں خرد حاضر ہوا۔ اس میں (۲۳)  
 خزائن الفتوح کا ایک ایسا نسخہ برآمد ہوا جو مذکورہ بالا کتب خانوں  
 میں موجود نہیں ہی۔ ریاست حیدرآباد کے کتب خانہ آصفیہ میں  
 حضرت امیر خسرو کی تصانیف میں سے دو نئے نسخے (۲۴) نصاب  
 بدیع العجائب و نصاب مثنیٰ و (۲۵) افضل الفوائد دستیاب ہوئے۔  
 ان (۲۵) نسخوں کے علاوہ (۲۶) خالق باری مشہور کتاب ہی جس کی  
 نسبت کہا جاتا ہی کہ پہلے یہہ ایک ضخیم کتاب تھی جلدوں میں  
 تھی۔ اب جو کتاب بچوں کو اوائل عمر میں پڑھائی جاتی ہی وہ  
 اس کا مختصر اقتباس ہی (۲۷) قصہ چہار درویش فارسی جس کا  
 اردو ترجمہ باغ و بہار ہی حضرت امیر خسرو سے منسوب کیا جاتا ہی \*  
 مندرجہ ذیل تصانیف کے نام مختلف تذکروں اور اثناء تحقیقات  
 میں براہ راست یا ان بشمار خطوط کے جواب میں جو اطراف ملک

میں تصانیف کا پتہ لگانے کی غرض سے بھیجے گئے تھے علم دوست حضرات کے مراسلوں سے معلوم ہوئے \*

(۲۸) باز نامہ (۲۹) اسپ نامہ یا فرستامہ (۳۰) بکر العبر (۳۱) مرآۃ الصفا (۳۲) شہر آشوب یا مجسوعہ رباعیات برطبق حالات اہل حرفہ (۳۳) نغنی نامہ (۳۴) تاج الفتوح (۳۵) تاریخ دہلی (۳۶) مناقب ہند (۳۷) حالات ننہیا و کرشن (۳۸) مکتوبات امیر خسرو (۳۹) جواہر البکر (۴۰) مقالہ (حالات خنقاے اربعہ) (۴۱) راحت المکین (۴۲) رسالہ ایات بحث (خسرو و حاجی) (۴۳) شکر بیان (۴۴) قرآنہ ہندی (۴۵) مناجات خسرو \*

منجملہ نسخہ جات مذکورہ بالا نے باز نامہ ، اسپ نامہ ، بکر العبر مرآۃ الصفا خاص خاص قصائد اور مثنویوں کے نام ہیں جو حضرات امیر کے دیوانوں کا جزو ہیں — اور یہہ چاروں ریاست رام پور کے کتب خانہ میں دستیاب ہوئے — شہر آشوب کی نقل لکھنؤ سے بہ توجہ شیخ بشیر الدین صاحب رئیس میرٹھہ حاصل ہو گئی — تعلق نامہ کی بابت صرف اتنا پتہ چلتا ہی کہ اس کا ایک قلمی نسخہ میر مہدی حسن صاحب مجروح دہلوی کے پاس تھا — باقی اور نسخوں کی بابت اب تک یہہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ یہہ تصانیف اس ملک میں کہاں موجود ہیں اور اُن کی اصل یا نقل کیونکر دستیاب ہو سکتی ہی \*

مجھ کو احباب کی زبانی یا اثناء مراسلت میں اگر ذرا بھی معلوم ہوا کہ فلاں صاحب سے کچھ نہ کچھ سراغ تصنیفات حضرت امیر خسرو کا ملے گا تو میں نے اُن حضرات سے پیہم مراسلت کرنے اور یاد دہانیاں بھیجنے میں بھی تساہل نہیں کیا — اس کے علاوہ دہلی ، لکھنؤ ،

میرٹھہ ، آگرہ ، سکنتہ ، پٹنہ ، بانکی پور ، کوئٹہ ، پشاور ، کشمیر ، بمبئی اور مدراس کے ممتاز مسلمانوں کی خدمت میں نیز ریاست بہوپال ، ٹونک ، لوہارو اور پٹوادی کے معززین کی خدمت میں بطور خود بہت سے خطوط بھیجے — اور اسلامی اخبارات میں متواتر مضامین شائع کر کے علم دوست حضرات کو اس کام کی طرف متوجہ کرتا رہا — اور آخر کار مالٹان مطابع و متعقین کتب خانہ جات کی توجہ تلاش کی طرف مائل کرنے کی غرض سے ایک انعامی اعلان بھی تمام اخبارات میں شائع کرایا اور اس اعلان کی کاپیاں فرداً فرداً بہت سے مطابع اور کتب خانوں کو بھیجیں — اس میں لکھا گیا تھا کہ جو صاحب کسی نئی تصنیف کے نام اور صحیح پتہ سے اطلاع دینے کو ہر تصنیف کی بابت مطلوبہ اطلاع کے عوض پانچ روپیہ انعام دیا جائے گا — اور بعد میں اس انعام کی مقدار بڑھا بھی دی تھی — مگر اس اعلان کے جواب میں بھی کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی — اس موقع پر یہہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرے کرم فرما حافظ احمد علی خاں صاحب ”شوق“ افسر کتب خانہ و سپرنٹنڈنٹ کارخانجات ذات خاص سرکار رامپور نے میری استدعاء پر مختلف کتابوں سے نقل کرا کے اور بعض جو زبانی لوگوں کو یاد تھیں جمع کر کے امیر خسرو کی پہیلیوں کا ایک مجموعہ مرحمت فرمایا ہی جو موجود ہی اور اپنے والد صاحب مرحوم کی بیاض سے ایک نظم مرسوم بہ ”گہریال خسرو“ نقل کر کے عنایت فرمائی تھی جس میں اڑھائیوں کے ذریعہ سے شناخت اوقات کا طریقہ نظام کیا گیا ہی اس کی نسبت موصوف نے تحریر فرمایا تھا کہ مجھے یہہ تحقیق نہیں کہ یہہ نظم حضرت امیر خسرو کی ہی یا نہیں — میں نے

اس کو اخبار میں شائع کر کے دریافت کیا تھا کہ اس نظام کی بابت  
اگر کسی صاحب کو کچھ نہ نصیل معلوم ہو تو مطبع فرمائیں — مگر  
اس وقت تک کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی \*

## ۶ — فراہمی کتب

سب سے پہلے وہ کتابیں جو طبع ہو چکی تھیں قیمتاً خریدی  
گئیں۔ حضرت امیر خسرو کی تصنیفات میں سے سب سے زیادہ تعداد  
مطبع نولکھور نے چھاپ کر شائع کی تھی — اس مطبع سے کتب ذیل  
خریدی گئیں:—

( ۱ ) مطبع الانوار ( ۲ ) لیلیٰ منجذوں ( ۳ ) ہشت بہشت  
( ۴ ) قرآن السعدین ( ۵ ) خالق باری ( ۶ ) نبیات خسرو ( جس  
میں چار دیوانوں کی منتخب غزلیات ہیں ) ( ۷ ) اعجاز خسروی \*  
کتب خانہ نظامیہ دہلی واقع درگاہ حضرت محبوب الہی سے  
( ۸ ) دیباچہ عرۃ الکمال ( ۹ ) دیوان نہایت الکمال ( ۱۰ ) اور  
آئینہ سکندریہ \* زمین نسنے خریدے گئے \*  
علی گڑھ کے ایک تاجر کتب سے نسخہ ( ۱۱ ) نصاب  
بدیع العجائب و نصاب مثنیٰ خرید ہوا \*

دہلی درگاہ حضرت محبوب الہی سے ایک نسخہ قلمی ( ۱۲ )  
افضل الفوائد کا اور ( ۱۳ ) ایک مجموعہ قدسی غزلیات کا دستیاب ہوا \*  
مدرسۃ العلوم علی گڑھ کی لائبریری سے مندرجہ ذیل ۸ قدسی  
نسخے مستعار لیئے گئے:—

( ۱۴ ) خزائن التذوق ( ۱۵ ) اعجاز خسروی ( ۱۶ ) مجموعہ قصائد  
خسروی ( ۱۷ ) مثنوی نہ سوہر ( ۱۸ ) مثنوی عشقیہ ( ۱۹ ) مثنوی لیلیٰ  
منجذوں ( ۲۰ ) مثنوی ہشت بہشت ( ۲۱ ) مثنوی مطبع الانوار \*

سید آل عبا صاحب مارہروی نے دو نسخے قلمی مستعار عنایت فرمائے

(۲۲) خزائن الفنون (۲۳) سکندر نامہ خسروی \*

ان کے علاوہ ذیل کے نسخے مختلف مقامات سے ہدیہ آیامستعار حاصل ہوئے :-

عطیہ نواب عماد الملک بہادر : خمسہ خسروی قلمی جس میں

(۲۴) مطلع الانوار (۲۵) لیلیٰ مجنوں (۲۶) سکندر نامہ اور (۲۷)

ہشت بہشت شامل ہیں۔ اس جلد میں مثنوی شیروں خسرو شامل

نہیں ہی۔ نواب عماد الملک بہادر نے ارشاد فرمایا ہی کہ جب یہہ خمسہ

ترتیب کیات خسروی کے کام سے فارغ ہو جاوے تو جذاب ممدوح کی طرف

سے ہدیہ مدرسۃ العلوم علی گڑھ کی لائبریری کو دیدیا جاوے \*

عطیہ دیوان مبارک سنگھ صاحب کارندہ ریاست دولت پور ضلع

بلند شہر — یہہ قلمی نسخہ خمسہ کا منشی مبارک سنگھ صاحب

نے از راہ مہربانی ہدیہ مجھے عنایت فرمایا — اس میں پانچوں مثنویاں

شامل ہیں یعنی (۲۸) مطلع الانوار (۲۹) شیروں خسرو

(۳۰) لیلیٰ مجنوں (۳۱) سکندر نامہ (۳۲) ہشت بہشت \*

مستعار از کتب خانہ دیوبند : (۳۳) نسخہ نصاب مثلث و

بدیع العجائب قلمی و (۳۴) قران السعدین مطبوعہ قدیم \*

مستعار از کتب خانہ مولانا شبلی مرحوم واقع اعظم گڑھ موسوم بہ

دار المصنفین : (۳۵) دیوان غرۃ الکمال قلمی \*

مستعار از کتب خانہ حبیب گنج : (۳۶) ذیباچہ غرۃ الکمال

(۳۷) دیوان تحفۃ الصغر \*

مستعار از کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد : (۳۸) خزائن الفنون

(۳۹) مثنوی عشقہ (۴۰) نصاب بدیع العجائب و نصاب مثلث

(۴۱) مثنوی قران السعدین (یعنی مثنوی در تہریف دہلی)

( ۱۲۲ ) و ( ۱۲۳ ) افضل الفوائد ( دو نسخے ایک قلمی، دوسرا مطبوعہ )

( ۱۲۴ ) دیوان امیر خسرو جس میں جملہ دراوین کی منتخب غزلیات

درج ہیں اور آخر میں پانسو رباعیاں لکھی ہوئی ہیں \*

مستعار از تہذیب خانہ نواب سالار جنگ بہادر : ( ۲۵ ابیات ۲۶ )

خمسہ خسروی و ( ۵۰ ) غزۃ الکمال \*

مستعار از تہذیب خانہ ایشیاٹک سوسائٹی بمبائل : ( ۲۶ ) دیوان

بقیہ نقیہ قلمی \*

اور جیساکہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ( ۵۱ ) نسخہ شہر آشوب ( رباعیات

متعلق اہل حرفہ ) کی نقل لکھنؤ سے حاصل ہوئی - اور ( ۵۲ ) نظم

گمزیال خسرو اور ( ۵۳ ) پھیلیوں کا مجموعہ حافظ احمد علی خان

صاحب شوق افسر تہذیب خانہ ریاست رام پور نے عنایت فرمایا \*

مندرجہ بالا تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ علی گڑھ میں اجرت ترتیب

کیات خسروی کے کارنامہ مرتبہ ہے ( حسب ذیل نسخے فراہم ہوئے :-

( ۱ ) مطلع الانوار ( ۲ ) لیلیٰ متجنوں ( ۳ ) ہشت بہشت

( ۴ ) سکندر نامہ ( ۵ ) خسرو شیریں ( ۶ ) قرآن السعدین

( ۷ ) خزائن الفتوح ( ۸ ) نصاب بدیع العجائب و نصاب مثلث

( ۹ ) افضل الفوائد ( ۱۰ ) دیباچہ غزۃ الکمال ( ۱۱ ) دیوان

غزۃ الکمال ( ۱۲ ) دیوان تحفۃ الصغر ( ۱۳ ) دیوان نہایت الکمال

( ۱۴ ) دیوان بقیہ نقیہ ( ۱۵ ) اعجاز خسروی ( ۱۶ ) تہذیب

( ۱۷ ) عشیقہ ( ۱۸ ) خالق باری ( ۱۹ ) شہر آشوب ( ۲۰ )

نظم گزیال ( ۲۱ ) پھیلیوں کا مجموعہ ( ۲۲ ) مجموعہ قصائد

( ۲۳ ) مجموعہ دراوین \*

ان کے علاوہ کتب خانہ ریاست رام پور سے مندرجہ ذیل کتابیں  
مستعار ملی ہیں جن کی باجرات ہز ہائس نواب صاحب بہادر  
دام اقبالہ زبر نکرانی حافظ احمد علی خاں صاحب افسر کتب خانہ  
ریاست، رام پور میں تقنین ہو رہی ہیں اور جو نسخے پہلے سے موجود  
ہیں ان کا بغرض تصحیح صرف مقابلہ ہو رہا ہے \*

( ۱ ) اعتجاز خسروی ( ۲ ) کلیات خسرو مسمی بہ مجموعہ  
دواوین ( ۳ ) قران السعدین ( ۴ ) مثنوی عشیقہ ( ۵ ) خمسہ  
خسرو مشتمل بر مطلع الانوار ( ۶ ) لیلی مجنون ( ۷ ) خسرو  
شیرین ( ۸ ) سکندر نامہ ( ۹ ) ہشت بہشت اور ( ۹ ) نصاب  
بدیع العجائب ( ۷ ) خالق باری ( ۸ ) بیچہ پھیلی ( ۹ )  
قصہ چہار درویش ( ۱۰ ) مجموعہ قصائد ( جس میں ۹۰۰ قصائد  
ہیں ) ( ۱۱ ) تحفۃ الصغر ( ۱۲ ) وسط الحیوۃ ( ۱۳ ) بقیہ  
نقیہ ( ۱۴ ) غرۃ الکمال ( ۱۵ ) مجموعہ قصائد و غزلیات ( جو  
۱۰۰۰ صفحات پر مشتمل ہیں ) ( ۱۶ ) مجموعہ دو دیوان قلمی  
یعنی تحفۃ الصغر و وسط الحیوۃ ان کے حاشیہ پر شیرین خسرو اور  
قران السعدین لکھی ہوئی ہیں ( ۱۷ ) خزائن الفتوح ( ۱۸ )  
رباعیات اہل حرفہ جس میں وہ رباعیات حضرت امیر خسرو کے بھی  
شامل ہیں جو نسخہ شہر آشوب میں درج ہیں \*

---

انگلستان کی انڈیا آفس لائبریری میں جو کتابیں موجود ہیں —

ان کی فہرست اوپر درج ہو چکی ہے \*

لندن کی برٹش میوزیم میں حسب ذیل نسخے موجود ہیں،  
جیسانہ تہلاگ مرتبہ چارلس ریمو مطبوعہ سنہ ۱۸۸۳ ع میں

درج ہی: (۱) کلیات خسرو (۲) دیوان خسرو (۳) خمسہ خسرو  
(۴) تحفۃ الصغر (۵) وسط الحیوۃ (۶) غرۃ الکمال (۷) بقیہ  
نقیہ (۸) نہایت الکمال (۹) قرآن السعدین (۱۰) مفتاح  
الفنوح (۱۱) خزائن الفنوح (۱۲) مثنوی عشیقہ (۱۳)  
نہ سپہر (۱۴) رسائل اعجاز (۱۵) مجموعہ غزلیات \*

تیمبرج یونیورسٹی لائبریری میں ۳ نسخے موجود ہیں: (۱)  
لیلیٰ مدجنون (۲) آئینہ سکندری (۳) قرآن السعدین \*  
کتب خانہ خدیو مصر میں دو مجموعہ دیوان اور ایک جلد خمسہ  
موجود ہیں \*

بازلن لائبریری میں ذیل کے نسخے موجود ہیں: (۱) وسط  
الحیوۃ (۲) غرۃ الکمال (۳) بقیہ نقیہ (۴) خمسہ (۵)  
قرآن السعدین (۶) نہ سپہر (۷) خضر خانی یا عشیقہ \*  
کتب خانہ برلن میں موجود ہیں: (۱) خمسہ (۲)  
دیوان خسرو (۳) ہشت بہشت (۴) قرآن السعدین (۵)  
آئینہ سکندری (۶) مطامع الانوار (۷) شیریں خسرو \*

ہندوستان کی لائبریریوں میں سے ایشیاتک سوسائٹی بنگال کی  
لائبریری میں نسخہ جات ذیل موجود ہیں: (۱) خالق باری  
(۲) اعجاز خسروی (۳) خمسہ خسروی (۴) قرآن السعدین  
(۵) مطامع الانوار (۶) بقیہ نقیہ (۷) عشیقہ \*

بانکی پور لائبریری میں موجود ہیں: (۱) تحفۃ الصغر (۳)  
غرۃ الکمال (۳) نہایت الکمال (۴) قرآن السعدین (۵) عشیقہ  
(۶) مطامع الانوار (۷) خمسہ خسروی (۸) دیوان خسرو  
جس کے آخر میں ۱۷۴ قضاہیں ہیں \*



کتب خانہ تیہو سلطان میں ہیں : ( ۱ ) خمسہ خسرو ( ۲ )  
کہ سپہر ( ۳ ) قرآن السعدین ( ۴ ) عشیقہ ( ۵ ) مطبع الانوار  
( ۶ ) دیوان خسرو \*

کتب خانہ تدوۃ العلماء میں : اعجاز خسروی کا ایک قلمی نسخہ  
موجود ہی جونواب ضیاء الدین خاں نیر رخشان دہلوی مرحوم کے  
کتب خانہ میں تھا \*

حبیب گنج ضلع علی گڑھ کی لائبریری میں ذیل کے نسخے موجود  
ہیں : ( ۱ ) تحفۃ الصغر ( ۲ ) دیباچہ غرۃ الکمال ( ۳ ) دیوان نہایت  
الکمال ( ۴ ) دیوان قصاید ( ۵ ) مجموعہ غزلیات دیوان ( ۶ ) خمسہ  
خسروی ( ۷ ) نہ سپہر ( ۸ ) عشیقہ ( ۹ ) قرآن السعدین \*

## V — انتظام نقل

علی گڑھ میں جس قدر نسخے بہم پہنچ سکے ان میں سے  
سب کی ایک ایک نقل اس غرض سے کرائی گئی تھی کہ اُس  
ایک نقل کا مختلف مقامی اور غیر مقامی نسخوں سے مقابلہ ہو کر  
اُس کی صحت ہو سکے۔ اس کام کے لیے دو خوشنویس (جو میوے دفتر  
کی نگرانی میں پورا وقت نقل کے کام پر صرف کرتے رہے) مقرر کیے  
گئے تھے۔ معاوضہ مشاہرہ کی صورت میں بھی دیا گیا اور فی جزو مقروءہ  
شرح اجرت بھی ادا کی گئی۔ دونوں صورتوں میں معاوضہ کے  
شرح کم سے کم ایک روپیہ اور زیادہ سے زیادہ دیرہ روپیہ فی جزو  
ہوتی ہی \*

جو تقابلی کتب خانہ رام پور سے مستعار عنایت ہوئیں ان کی نقل  
کا انتظام رام پور ہی میں کرنا پڑا۔ ایک فارسی داں خوشنویس میر تقیہ

سے رام پور بھیجے گئے اور تین مقامی خوشذویسوں کو کتابت کے لپائے مامور کیا گیا۔ یہہ تینوں حضرات اُن نسخوں کی نقین کر رہے ہیں جو علی گڈہ نہیں پہونچ سکے - نیز چونکہ مجموعہ قصاید و مجموعہ غزلیات و رباعیات کا رام پور کی کتابوں میں وافر ذخیرہ ہی ، لہذا مناسب سمجھا گیا کہ ایک بار ان سب کی نقل حاصل کر لی جاوے تاکہ صدر مقام میں مشترک حصے حذف ہو کر غیر مشترک منتخب ہو سکیں - یہاں سے فارغ ہونے کے بعد قصد ہی کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہندوستان کے دوسرے کتب خانوں میں اپنے کاتب بھیجکر اُن نسخوں کی نقلیں حاصل کولی جائیں جن کی بیشتر نقل حاصل نہوچکی ہو \*

ستمبر سنہ ۱۹۱۵ ع میں میں نے اس صوبہ کی لوکل گورنمنٹ کو مراسلہ بھیجکر عرض کیا ہی کہ ہم کو کتابت امیر خسرو رح کی نہایت صحت کے سانہ ترتیب و اشاعت مقصود ہی - ہندوستان میں جو نسخے ملتے ہیں وہ ایک دوسرے سے مختلف پائے جاتے ہیں - لہذا بنظر صحت یہہ استدعا ہی کہ برتس میوزیم کے کتب خانہ سے یا تو مندرجہ ذیل کتب برائے چندے مستعار منگادی جائیں ، ورنہ فوتو گرافی نقین ان کی ہم پہونچادی جائیں:—

( ۱ ) دیوان امیر خسرو ( ۲ ) کلیات امیر خسرو ( ۳ )

غزلیات امیر خسرو ( ۴ ) مفتاح الفتوح - میں نے گورنمنٹ سے یہہ بھی استدعا کی ہی کہ ڈاکٹر اسپرنگر کی وہ فہرست بھی کسی طرح ہم پہونچائی جاوے جس میں تصانیف خسرو کی ۹۹ نسخوں کی تفصیل درج ہی — اگر گورنمنٹ کی توجہ سے یہہ نقول اور فہرست میسر ہو گڈیں تو نسخوں کی تصحیح اور باقی کتابوں کی تلاش میں بہت سہولت ہو جائیگی \*

یورپ کی لائبریریوں میں سے کسی میں اب تک کسی ایسے نسخہ کا پتہ نہیں چلا جس کا ما بعد تحقیقات سے ہندوستان کی کسی نہ کسی لائبریری میں سراخ نہ لپایا گیا ہو۔ لیکن اگر آئندہ کسی نئی تصنیف کا پتہ چلا تو فوٹو کے ذریعہ سے اُن کی نقل حاصل کی جائیگی جس کا معاوضہ بہت گران نہیں ہوتا \*

### ۸ — انتظام مقابہ تصحیح و تنقیہ

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ اہم کام متابہ خصوصاً تصحیح کا کام ہی — فارسی کا مذاق ملک سے منقود ہو چکا ہے جو اہل حال اس علم کے ماہر تھے وہ رفتہ رفتہ سب دنیا سے رخصت ہو گئے — چونکہ حالات موجودہ کے ماتحت علم فارسی کی ملک میں ضرورت اور مانگ نہیں رہی اس لیے علوم فارسی کی طرف سے اہل ملک کی توجہ ہٹ گئی — خواجہ عزیز الدین صاحب عزیز لکھنوی مرحوم سے (جو اس دور آخر کے مستند فارسی اساتذہ میں سے تھے) میں نے اُن کے زمانہ حیات میں استدعا کی تھی کہ تصحیح کے کام میں کچھ امداد فرمائیں — مگر جناب مرحوم نے ضعف و علالت کا اندر فرما کر لکھا تھا کہ اگر وہی نسخہ میرے پاس پہنچا دیا جائیگا تو میں اُس کی صحت کی حتی الوسع کوشش کروں گا۔ مگر قبل اُس کے کہ جناب موصوف کے اس وعدہ سے استفادہ ہو سکے اُنہوں نے رحلت فرمائی انا للہ و انا الیہ راجعون — مولانا حالی مرحوم سے بھی میں نے یہی تحریک کی تھی مگر وہ بھی طویل علالت کے بعد راہی جنت ہوئے — مولانا شبلی مرحوم سے تصحیح کے کام میں مدد مننے کے بہت زیادہ اُمید تھی۔ مگر اجل نے اُن کو بھی مہلت نہ دی — جو لوگ باقی ہیں و

بھی پارکلب ہیں - اور پیرائے سالی سے معذور ہیں - چنانچہ مولوی عبد الغنی صاحب ”عنی“ جو اس وقت خاص علی گڑھ میں قیام پذیر ہیں اور فارسی لٹریچر کے ماہر کامل ہیں مگر ضعف و علالت کی وجہ سے اب ہر دماغی کلم سے معذور ہیں — بایں ہمہ اسباب مختلف میں نے کافی عور فکر اور تلاش کے بعد مقابلہ و تصحیح کا کام ایسے حضرات کے سپرد کیا ہے جو میرے علم و یقین میں اس کام کی پوری اہلیت رکھتے ہیں - ان سب میں مقدم مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب شرواتی رئیس الہیکم پور ہیں جن کی نادر لائبریری کا ذکر گذر چکا ہے - آپ علوم دینی کے علاوہ عربی اور فارسی کے نہایت بلند پایہ محقق و نقاد اور فاضل ادیب ہیں — آپ کی تاریخی معلومات غیر معمولی مطالعہ بہت وسیع اور رائے نہایت صائب ہے — اگر کار و بار ریاست حائل مشاغل علمیہ نہ ہوتے اور آپ اپنے کمال علمی کے پردہ داری پر اس قدر مصر نہ ہوتے تو یقیناً آپ کا شمار بجائے روسائے ضلع علی گڑھ کے طبقہ مشاہیر علما و فضلا میں ہوتا — میری استدعا پر آپ نے نہایت مہربانی سے بعض نسخوں کی تصحیح و تنقید کا کام اپنے ذمہ لیا ہے \*

دوسرے مولوی رشید احمد صاحب ”سالم“ مولوی فاضل مدرسۃ العلوم علی گڑھ کے پروفیسر فارسی ہیں — آپ اعلیٰ فارسی قابلیت کے ساتھ عربی کے بہت اچھے ادیب ہیں — فارسی شاعری کا ذوق صحیح رکھتے ہیں - فارسی علم ادب کی تاریخ اور اُس کی درجہ بدرجہ تبدیلیوں سے بخوبی واقف ہیں — اور مختلف طبقوں کے شعرا کے نام پر آپ کی نظر ہے — علی گڑھ کالج کے ایم اے کے وہ طالبہ جو فارسی زبان اختیار کرتے ہیں مولوی صاحب کے فیض تعلیم سے خاطر خواہ مستفیض ہوتے ہیں \*

تیسرے مولوی محمد اسلم صاحب جیراچپوری ہیں جو اپنی تصانیف کی وجہ سے غالباً کسی تعارف کے محتاج نہیں — آپ بھی مدرسۃ العلوم علی گڑھ کے زمرہ اساتذہ میں سے ہیں — فارسی کے بہت بلند پایہ عالم ہیں اور آپ کا مطالعہ نہایت وسیع ہی \*

چوتھے خاں صاحب مولوی محمد اسماعیل صاحب رئیس میرٹھ و پنشنر ہیڈ مولوی تقی جن کی مقبول عام تصانیف سرکاری مدارس کے نصاب میں داخل ہیں — آپ علم فارسی کے ماہر ہونے کے علاوہ فن تعلیم میں بھی غور معمولی دستگاہ رکھتے ہیں — آپ کا اردو کلام نظم و نثر قبول عام کا رتبہ حاصل کیئے ہوئے ہی — آپ اس دور کی زندہ یاد گار ہیں — اپنے معاصرین میں مذاق فارسی کے لحاظ سے ہمیشہ ممتاز سمجھے گئے ہیں — آپ کی ذہنی و فہم طبیعت میں نکتہ سنجی اور تنقید کا ملکہ بڑھا ہوا ہی \*

پانچویں مولوی احمد حسن صاحب ”شوقت“ میرٹھی ہیں جو مجدد السنۃ مشرقیہ کے لقب سے مشہور ہیں اور جن کی فارسی زبان میں مہارت شہرت عام حاصل کرچکی ہے اور جو کسی تعارف کی محتاج نہیں \*

چھٹے مولوی ابو الحسن صاحب ”جوہر“ سائیں میرٹھ ہیں جو فارسی کے بہت قابل اساتذہ میں سے ہیں اور مدت العمر آپ کا شغل کتاب فارسی کی درس و تدریس رہا ہے — بمبئی میں عرصہ تک ایرانیوں کی صحبت میں رہنے کا آپ کو اتفاق ہوا ہے اور بمبئی کے ایک مشہور نسب خانہ کی فارسی کتابوں کی صحبت کا کام بھی آپ نے انجام دیا ہے \*

ساتویں مولوی سعید احمد صاحب ہیں جو عربی فارسی کے عالم

کی شرحیں اور مشکل مقامات کے حل مولوی صاحب کے تالیف کیے ہوئے طبعا میں مقبول ہیں۔ اس سلسلہ میں فارسی شعرا اور مصنفین کے کلام پر غور کرنے کا آپ کو بہت موقعہ ملتا رہا ہی \*۔

ان حضرات کے علاوہ خوش قسمتی سے ہمارے مدرسۃ العلوم علی گڑھ کے پروفیسر دینیات جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے بھی میری استدعا پر کچھ وقت تصانیف خسروی میں سے بعض نسخوں کی تصحیح و تنقید پر صرف کرنے کا وعدہ فرمایا ہی آپ کا مذاق فارسی اور علم و فضل میری تعریف سے بالاتر ہی — تیز میرے مختلص دوست مولوی شیعہ بشیر الدین صاحب رئیس میرٹھ (جو علوم فارسی سے بہت اچھی طرح واقف ہیں) نہ صرف اپنی لائبریری سے نقل و مقابلہ کے لیئے مختلف نسخے مستعار دیتے رہے ہیں، بلکہ مقابلہ و تصحیح کے کام میں بھی اپنا بہت سا وقت عزیز صرف فرمانے رہے ہیں۔ مولانا احمد حسن صاحب ”شومت“ میرٹھی کی خدمت میں کتابیں غرض مقابلہ تصحیح آپ ہی کی معرفت جاتی رہی ہیں اور بعد مقابلہ و تصحیح کے بنظر احتیاط آپ بھی ان کتابوں پر ہمیشہ نظر نائی کرتے رہے ہیں اور اپنے مفید مشوروں سے مجھے ممنون فرماتے رہے ہیں \*۔

غرض تصحیح کے کام کے لیئے مذکور بالا نو رتن میں نے بہت کدو کاوش سے جمع کیے ہیں اور میں اس سے بہتر انتخاب نہیں کر سکتا تھا۔ اور مجھ کو پورا اطمینان ہی کہ جو نسخے ان حضرات کی نظر سے گذر جائیں گے وہ بالکل صحیح ہوں گے۔ عمل یہہ ہی کہ جن جن کتابوں کی نقیبیں ہو چکی ہیں وہ فرداً فرداً یکے بعد دیگرے ان حضرات کی خدمت میں پہنچادی جاتی ہیں اور نقل کے ساتھ اصل اور اُس کتاب کے جس قدر زائد نسخے ہوتے ہیں وہ بھی ساتھ ہی بچھائیے جانے

ہیں۔ قرار داد یہہ ہی کہ اول ایک ہی کتاب کا اس کے دوسرے نسخوں سے مقابلہ ہو اور مختلف نسخوں میں جہاں جہاں قرأت کا اختلاف ہو وہ حاشیہ پر ظاہر کر دیا جاوے اور نقل میں جو الفاظ یا عبارت کسی وجہ سے رہ گئی ہو اُن کو دوسرے نسخوں کی مدد سے پورا کر دیا جاوے۔ غیر مانوس اور غریب الفاظ کے معنی حاشیہ پر درج کر دیئے جائیں۔ پھر ایک نقادانہ نظر ہر نسخہ پر ڈالی جاوے اور اُس کا خلاصہ مضمون اُس کی نمایاں خصوصیات اور اُس کے متکاسن و معائب (اگر نہچہ ہوں) ایک تبصرہ کی صورت میں قلمبند کر دیئے جائیں \*

جن کتابوں کا صرف ایک ایک ہی نسخہ ملا ہی اُن کا مقابلہ دوسرے کتب خانہ کے نسخوں سے کرایا جائے گا \*

## 9 — ترتیب

خمسہ کی ترتیب میں بادی النظر میں کوئی دشواری نہیں ہی۔ اسبطرح دوسرے مستقل مثنویوں (مثلاً قرآن السعیدین، شیعہ، تہ سپہر وغیرہ) کی ترتیب میں کسی دشواری کا اندیشہ نہیں ہی۔ مگر رام پور کے کتب خانہ کے نسخوں کے مطالعہ سے یہہ معلوم ہوتا ہی کہ دواوین کی ترتیب و تقسیم پورے طور پر معین و مشخص نہیں ہی۔ مثلاً غرۃ الکمال کے ایک نسخہ میں بہت سی ایسی غزلیں شامل ہیں جو دیوان وسط الحیوۃ میں بھی موجود ہیں۔ اسی طرح پانچویں دیوانوں میں بعض مشترک غزلوں کا وجود پایا گیا ہی۔ پھر مجموعہ غزلیات میں بیشمار غزلیں غیر مشترک ملتی ہیں جن کے نسبت ابھی یہہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہہ پانچویں

دیوانوں سے جدا ہیں یا اگر کسی دیوان کا جزو ہیں تو کس  
دیوان کا ؟

یہی حال مجموعہ ہائے قصاید و مثنویات کا ہی - جن کی بابت  
اب تک یہہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ ان میں سے کون کون سے قصائد  
و مثنویات مستقل جدا گانہ تصانیف ہیں اور کون کون سے دیوان  
خسرو کا جزو ہیں - لہذا یہہ سب مواد اول ایک جگہ جمع ہو کر  
پھر بلحاظ نوعیت اور پائے کلام یا اندرونی شہادات کے اُس کی تقسیم  
و ترتیب عمل میں آئیگی - پیش نظر مقصد یہہ ہی کہ جس قدر  
نسخے طبع ہوں وہ سب صحیح ہوں اور اُن کی مقدار و ترتیب  
حتی المقدور خود حضرت مصنف رحمۃ اللہ کے اصلی نسخوں کے  
مطابق ہو \*

## ۱۰ - انتظام طبع

یہہ امر مناسب معلوم ہوتا ہی کہ پبلک کو متوجہ کرنے کی  
غرض سے کتابت کا آغاز ایک مقدمہ سے ہو جس میں حضرت امیر  
خسرو رحمۃ اللہ کے مختصر سوانح عمری درج ہوں ، آپ کے  
کلام پر مختصر ریویو کیا جائے اور اُس کے مختصص محاسن اور  
خوبیاں اس طرح نمایاں کی جائیں کہ وہ اصل تصنیفات کے مطالعہ  
کی ترغیب و تشریق کا باعث ہو سکیں - چنانچہ مولوی محمد اسماعیل  
صاحب رئیس میرٹھہ نے مطبوعہ مقدمہ تحریر کرنے کا وعدہ فرما لیا  
ہی - متعدد انگریزی ، فارسی اور اردو تذکرے جناب موصوف کی  
خدمت میں پہنچا دیئے گئے ہیں تاکہ آپ اُن میں سے حسب  
ضرورت مواد اخذ کر لیں - اُس کے بعد جو جو نسخے طبع ہوگا اُس



کے شروع میں اُس پر تبصروں ہوگا جس میں اُس خاص نسخہ کے مضامین کا خلاصہ اور اُن مضامین پر تنقید ہوگی \*

جن نو (۹) حضرات کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اُن میں سے ہر صاحب حصہ رسدہ ایک ایک نسخہ پر تبصرہ لکھینگے چنانچہ مولوی محمد اسماعیل صاحب قرآن السعدین پر ایک مبسوط ریویو تحریر فرما چکے ہیں۔ مولانا رشید احمد صاحب بحیثیت چیف ایڈیٹر کے ان تمام تبصروں کو ملاحظہ کریں گے تاکہ تنقید کا پیمانہ یکساں قائم رہے۔ یہہ امر زیر بحث آیا تھا کہ کتابت لیتھو میں چھاپی جاوے یا ڈنپ میں۔ اہل یورپ تو یقیناً ڈنپ کے قدردان ہیں اور اہتمام طبع و صحت میں بھی سہولیت ڈنپ ہی کے چھاپہ میں ہی۔ مگر اس وقت باہمی مشورہ سے یہی طے ہوا ہے کہ کتابت کا پہلا ایڈیشن ۲۰ × ۲۶ کی تقطیع کے ذریعہ چکنے کاغذ پر نہایت آب و تاب کے ساتھ لیتھو میں طبع کیا جاوے۔ جس کے لئے خود مدرسۃ العلوم علی گڑھ کے مطبع (انسٹیٹیوٹ پریس) میں خاص انتظام کیا گیا ہے۔ اس سے بڑا نفع یہہ پیش نظر ہے کہ کاپیاں اور پروف وقت پر دیکھتے ہیں سہولت ہو اور کام تیزی سے چلتا رہے \*

یہہ معاملہ بھی تصفیہ طلب تھا کہ کونسا کلام اس وقت طبع ہو اور کونسا سر دست ملٹوی رہا جاسکتا ہے بعض ہمدرد حضرات نے مشورہ دیا تھا کہ جو تصنیفات مطبوعہ ہیں اور ہر جگہ ملٹی ہیں اُن کے علاوہ طبع سے کچھ فائدہ نہیں۔ مثلاً اعجاز خسروی اس کا موضوع صرف صناعات و تکلفات لفظی کا بیان ہے، اُس کے اعادہ طبع سے کیا فائدہ۔ بعض مثنویات و قصاید بھی طبع شدہ ہیں۔ لہذا غیر مطبوع یا صرف تاریخی تصنیفات کے طبع و نشر پر

قناعت کی جائے قوم نید تر ہوگا — لیکن نواب عماد الملک بہادر کی یہ رائے ہوئی (جس سے مجھے بھی کلی اتفاق ہی) کہ جس قدر کلام طبع ہوا ہی اُس کی صحت کا کافی اہتمام نہیں کیا گیا — لہذا مضبوط نسخے عموماً غلط چپے ہیں — اُس لیئے کل کلام صحیح ہو کر طبع ہونا چاہیئے — چنانچہ یہی فیصلہ آخری ہی \*

نسخہ نصاب بدیع العجائب و نصاب مثلث تمام مراحل مقابلہ و تصحیح طے کر کے معہ تبصرہ کے مطبع میں پہنچ چکا ہی اور کاپیاں تیار ہیں — انشاء اللہ تعالیٰ یہ نسخہ عنقریب طبع ہو کر ہدیہ شائقین ہوگا — اسی طرح مثنوی خسرو شیریں بعد طے مراحل مطبع میں پہنچ چکی ہی اور کاپیاں لکھی جا رہی ہیں — — — — —  
 کی باقی چار مثنویاں زیر تصحیح ہیں اور عنقریب مطبع میں پہنچا چاہتی ہیں — اس کے بعد دواوین کا سلسلہ انشاء اللہ تعالیٰ شروع ہوگا \*

اب میں ذیل میں مختصر طور پر اُن تصانیف کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اس وقت تک بہم پہنچ چکی ہیں اور جن کی تصحیح اور اشاعت کا انتظام درپیش ہی \*

۱ — خمسہ خسروی: — یہ خمسہ پانچ مثنویوں پر مشتمل ہی: ( ۱ ) مطبع الانوار ( ۲ ) شیریں خسرو ( ۳ ) معجزوں لیلیٰ ( ۴ ) آئینہ سکندری ( ۵ ) ہشت بہشت \*

یہ خمسہ جو ”پنج گنج“ کے نام سے بھی مشہور ہی حضرت امیر خسرو نے خمسہ نظامی کے جواب میں لکھا ہی — مولانا نظامی رح کی مثنوی مخزن الاسرار کے جواب میں مطبع الانوار لکھی گئی —

خسرو شیریں کے جواب میں شیریں خسرو - لیلیٰ مجنوں کے جواب میں مجنوں لیلیٰ - سکندر نامہ کے جواب میں آئینہ سکندری - اور اور ہفت پیکر کے مقال ہشت بہشت تصنیف ہوئی جس میں بہرام گور کا قصہ مذکور ہی \*

یہ کہ خمسہ حضرت امیر نے تین سال میں تمام کیا تھا - چنانچہ آپ فرماتے ہیں \*

کہ ازاں نقد قیمتی بہ سہ سال

کردم این پنج گنج مالا مال

مصنف علیہ الرحمۃ نے خمسہ کی ترتیب کو خود ہی اس طرح

بیان فرمادیا ہی \*

دادی اول بہ گند دوار \* روشنائی زمطلع الانوار

کردی اتکاء باتشاط تمام \* شہد شیریں و خسرو اندرجام

بازدر عالم خود مندی \* شور مجنوں و لیلیٰ انکندی

پس زبان پر دردی کردی \* شرح راز سکندری کردی

وین زمان کز جواہر انجم \* می نگاری صحیفہ پنجم

کویم افسانہائے طبع فزائے \* از لب لعیت فسانہ سرائے

ہر یکے را بہشت نام کنم \* حور و کوثر وراں تمام ندم

ہفت باشد بہشت و کوثر ہفت \* ہشتم آن کاندرووی ہر ہفت

پس نویسم بملک مشکسروش \* نام این ہشت خانہ ہشت بہشت

خمسہ نظامی و خمسہ خسروی کے اشعار کی تعداد کا مقابلہ کرتے ہوئے

دولت شاہ سمرقندی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ نظامی کے خمسہ میں

۲۸ ہزار اشعار ہیں مگر خمسہ خسروی میں ۱۸ ہزار ہیں حضرت امیر خسرو

نے خمسہ کی ہر ہر مثنوی کے اشعار کی تعداد خود ظاہر فرمادی ہے -

چنانچہ مطلع الانوار کی نسبت آپ نے لکھا ہے \*

۳۳۱+

در ہمہ بیت آردی اندر شمار \* سیدو دہ ہوشمر و سہ ہزار  
از اثر اختر گردوں خرام \* شد بدو ہفت این مہ کامل تمام  
سال کہ از چرخ بہن گشت بود \* از پس ششصد نود و ہشت بود  
سنہ ۹۹۸

شیریں خسرو کی بابت آپ فرماتے ہیں :

ز آغاز رجب فرخ شد این فال \* ز ہجرت ششصد و پنج و نود سال  
۹۹۵ ہجری

اگر پرسی تہ بیتش داعد چہیست \* چہار الف و چہارست و صد و بیست  
۳۱۲۳

اشعار مذکورہ بالا سے شیریں خسرو کی تصنیف سنہ ۹۹۵ ہجری  
میں ہونا پایا جاتا ہے — مگر چونکہ حضرت امیر نے ذیل کے اشعار  
میں یہ ظاہر کیا ہے کہ مثنوی شیریں خسرو مطلع الانوار کے بعد لکھی  
گئی اور مطلع الانوار سنہ ۹۹۸ ہجری میں تصنیف ہوئی اس لیے بعض  
قدحہ نویسوں کی یہ رائے ہے کہ شیریں خسرو بھی ۹۹۸ ہجری کی  
تصنیف ہے \*

نخست از پردہ این صبح نشووم \* نمود از مطلع الانوار نورم  
پس از نکم چکید این شربت نو \* کہ نامش نودہ ام شیریں و خسرو  
مجنوں لیل کی بابت لکھا ہے :

۲۹۹+

بیتش بہ شمار راستی ہست \* جملہ دو ہزار و ششصد و شصت  
تاریخ ز ہجرت آنچہ بگذشت \* سالش نود است و ششصد و ہشت  
سنہ ۹۹۸ ع

اثینہ سکندری کی بابتہ تحریر فرمایا ہے :

۲۲۵۰

مگر آری ہمہ بیتش اندو عدد \* چہار الف پنجنہ شد و چارصد  
درین دم تہ پایان این دیکر است \* ز تاریخ ہفصد یکے کمتر است  
سنہ ۹۹۹ ہجری

ہشت بہشت کے بارہ میں لکھا ہی نہ:

۳۳۵۲

ہمہ بیتش بگاہ عرض و شمار \* سہ صد و پنجنہ و دو و سہ ہزار  
سال ہجرت یکے و ہفصد بود \* تیں بنا بود سر بچرخ بود  
۷۰۱ ہجری

اس طرح تمام خمسہ کے اشعار کی تعداد جمع کرنے سے کل

۱۷۸۹۶ اشعار ہو جانے ہیں \*

خمسہ خسروی کی پانچویں مثنوی کا نام ”ہشت بہشت“ ہی -  
ادریس بن حسام الدین نے سلاطین عثمانیہ (توکی) کی ایک تاریخ سلطان  
مراد ثانی کے عہد تک لکھی ہے - اُس کا نام بھی ”ہشت بہشت“ ہی  
ہے - مگر وہ حضرت امیر خسرو کی مثنوی سے بالکل جدا کتاب ہے \*  
بعض ستھنوروں نے خمسہ خسروی کو خمسہ نظامی پر ترجیح دی  
ہے - خود حضرت امیر خسرو تو بھی اپنی اس تصنیف پر ناز تھا -  
چنانچہ خمسہ کی تکمیل پر آپ نے فخریہ فرمایا ہے :

دبدبہ خسرویم شد بلند \* زلزلہ در گور نظامی فکند

حضرت امیر نے خود تحریر فرمایا ہے تہ خمسہ خسروی بخرص  
اصلاح و نظر ثانی قاضی شہاب الدین صاحب کے ملاحظہ سے بھی گذر چکا  
ہے جو اپنے عہد کے نہایت بائمال فاضل تھے \*

۲ — مثنوی قرآن السعدین: — یہ مثنوی حضرت امیر خسرو

کی ایک تاریخی تصنیف ہے جس میں شاہ دہلی سلطان محمد الدین

کیہاں کی اپنے پدر ناصرائی بن دینا خاں والی بنگال کی ملازمت کا تذکرہ  
 ہی جو اردہ میں دریائے گھاگرہ کے ساحل پر سنہ ۹۸۸ ہجری (مطابق  
 سنہ ۱۲۸۹ عیسوی) میں ہوئی تھی - چونکہ اس مثنوی میں شہر  
 دہلی اور اس کی بعض عمارات کی تعریف بھی لکھی ہے، اس  
 لئے اس مثنوی کا نام ”مثنوی در تعریف دہلی“ بھی ہے - اشعار  
 ذیل اس مثنوی کے زیب عنوان ہیں :-

شکر گویم کہ بتوفیق خداوند جہاں

ہو سر نامہ ز تو حید نوشتہ عنوان

ہام این نامہ والاست قرآن السعدین

کز بلندیش بسعدین سپہر است قرآن

حضرت امیر نے لکھا ہے کہ یہ مثنوی میں نے اپنی عمر کے  
 چھتیسویں سال میں لکھی تھی اور اُس کے لکھنے میں تین ماہ صرف  
 ہوئے تھے - ماہ رمضان سنہ ۹۸۸ ہجری مطابق سنہ ۱۲۸۹ ع میں یہ  
 مثنوی ختم ہوئی اس میں ۳۶۲۳ اشعار ہیں \*

ور ز عمل باز نشانی شمار \* نہ صد و چار و چہل و سہ ہزار

ڈاکٹر اسپرنگر نے لکھا ہے کہ اس مثنوی کی تین شرحیں لکھی

جاچکی ہیں - پہلی شرح سنہ ۱۰۱۲ ہجری میں مولانا نور الحق

صاحب نے لکھی - دوسری شرح عبد الرسول قاسم صاحب سے منسوب

ہی - تیسری شرح کے مولف کے نام کا پتہ نہیں چلا \*

۳ — مثنوی عشیقہ یا عشقیہ :- اس کا نام مثنوی خضر

خانی و دولرائی بھی ہے - اس مثنوی میں سلطان علاء الدین محمد شاہ

خلجی کے بیٹے شاہزادہ خضر خاں اور راجہ کون والی گجرات کی

دختر دیول رانی کی محبت کا تاریخی قصہ مذکور ہے۔ یہہ مثنوی چار ماہ میں لکھی گئی اور ماہ ذیقعدہ سنہ ۷۱۵ ہجری مطابق سنہ ۱۳۱۵ ع میں ختم ہوئی۔ اس مثنوی میں اول ۲۲۰۰ اشعار تھے \*

چو بر بالا شد این پردہ را نس

چہار الف است و دو یست این قدر بس

مگر حضرت امیر نے لکھا ہی کہ شاہزادہ خضر خاں کی رحلت کے بعد ۳۱۹ اشعار کا اس میں میں نے اور اضافہ کر دیا اور اس طرح اس مثنوی کے کل اشعار کی تعداد ۲۵۱۹ ہو گئی — یہہ مثنوی سلطان علاء الدین خلجی کے نام سے معنون ہے — حضرت امیر خسرو نے اس مثنوی کی وجہ تالیف یہہ بیان کی ہے کہ آپ ایک روز شاہزادہ خضر خاں کی ملاقات کے لیئے تشریف لے گئے تھے۔ اثنائے ملاقات میں شاہزادہ نے فرمایش کی کہ میں نے دیول رانی کے ساتھ اپنی محبت کے واقعات خود تسلیم کیئے ہیں، آپ اُن کو نظم کر دیجئے۔ چنانچہ جس وقت شاہزادہ نے اپنا مسودہ حضرت امیر کے سپرد کیا تو آپ فرماتے ہیں کہ اُس کو پڑھکر میں اشکبار ہو گیا۔ اور میں نے اُسے نظم کرنے کا وعدہ کر لیا۔ اس مسودہ میں ہندی الفاظ کثرت سے استعمال ہو رہے تھے۔ لہذا اُسے دیکھکر حضرت امیر خسرو کو سب سے پہلے یہہ فکر ہوئی کہ ریشم میں گزری کا بیوند کیونکر لے گا۔ لیکن پھر خود ہی فرماتے ہیں کہ کافی غور کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ ”ہندی زبان کسی طرح فارسی زبان سے کم درجہ کی نہیں ہے۔ ہندی زبان کا عربی زبان سے تو مقابلہ نہیں ہو سکتا کیونکہ عربی تو ام السنہ ہے۔ مگر فارسی سے ہندی کسی طرح کم نہیں ہے عربی خالص زبان ہے جس میں غیر زبان مختلط نہیں ہو سکتی۔ مگر فارسی کا

لطاف بغیر عربی کی چاشنی کے نہیں آتا - یہ لحاظ قواعد صرف و نحو و بہ لحاظ فصاحت و بلاغت ہندی زبان میں نہی نفس نہیں ہی - جو شخص عربی و فارسی اور ہندی تینوں زبانوں سے واقف ہو وہ اس قول کی صداقت کو تسلیم کر سکتا ہی - اسی سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں کہ ”اگر میں عقل و انصاف سے ہندی زبان کے اوصاف بیان کروں تو ناظرین معترض ہونگے - اور اگر میں اپنے قول کی تائید میں قسم نہاؤں تو نہیں معلوم کہ اُس کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں - اس میں شک نہیں کہ میرا علم ہندی زبان کا بمقابلہ سمندر کے قطرہ کا حکم رکھتا ہی - مگر واقعہ یہ ہی کہ جس شخص نے ہندوستان اور دریائے گنگ کو نہ دیکھا ہو وہی دریائے نیل اور دجلہ پر فخر کر سکتا ہی - اور جس نے صرف ملک چین کا پلہل دیکھا ہو وہ ہندوستان کی طوطی کی قدر کیا پہچان سکتا ہی - جو خراسانی ہر ہندوستانی کو احمق سمجھتا تھا وہ غالباً اس ملک کے پان کو گھاس سمجھتا ہوگا - میرے اس قول کو وہی منصف طبع لوگ باور کرینگے جنہوں نے مختلف ممالک میں سیاحت کی ہی اور غور و غوض کے ساتھ اُن ممالک کے حالات کا مشاہدہ کیا ہی - لیکن جو شخص عصبیت سے کام لیتا وہ البتہ غیر ملکی انجیریوں کو ہندوستان کے آموں پر ترجیح دیتا - مگر ہندوستان نہ صرف ایک وسیع ترین ملک ہی بلکہ جنت نشان ہی، کیونکہ اگر اس ملک کو جنت سے کوئی بھی مناسبت نہوتی تو حضرت آدم اور طاؤس اس ملک کی زینت کا باعث نہوتے، \*

۲۔ — مثنوی فتاح الفتوح یا فتح الفتوح یا فتح الحماہ : —

اس میں جلال الدین فیروز شاہ خلجی کے ابتدائی فتوحات کا تاریخی بیان ہی



جو سنہ ۶۸۹ ہجری مطابق (۱۰۹۰) سنہ ۱۲۹ ع میں تخت نشین ہوا تھا — یہہ مثنوی دیوان غرۃ الکمال کا جزو ہی — اور پرانے نسخوں میں اسی دیوان کے شامل پائی جانی ہی — اس مثنوی کے عنوان میں یہہ شعر درج ہے :

سکن بر نام شاہے نردم آواز \* کہ بر شاہان در دولت نند باز

۵ — مثنوی فرس الفرس بھی دیوان غرۃ الکمال کا جزو ہی — جس کا ابتدائی مصرعہ ہی : فرس الفرس خطاب شد این اسپ نامہ را

۶ — احب طارح غرۃ الکمال کی مثنویات میں سے ایک مثنوی کا نام قصہ باز نامہ ہی جو اس مصرعہ سے شروع ہوئی ہے ”ابن قصہ باز نامہ من داں کہ بہر این“ \*

۷ — اسی دیوان غرۃ الکمال کی ایک مثنوی شاہنامہ قہروسی کے وزن پر ہے \*

ولایت ستانا و خصم افکنا \* بہ لشکر کشی ہمچومہ روشنا

اس دیوان کی رباعیات کا عنوان ہی : المتفرقات فی المدیح والوصف یعنی صفت گرز، صفت تیغ و صفت بخشش وغیرہ \*

۸ — مثنوی ذہ سپہر — یہہ ایک مستقل علیحدہ مثنوی ہے اور حضرت امیر خسرو کی عمر کے آخری حصہ کی تصنیف ہے۔ اس کے عنوان میں یہہ شعر درج ہے :

اول نگر نکارش توحید کردگار \* کیں نہ سپہر گشت بفرمائش آشکار

یہہ مثنوی سنہ ۷۱۸ ہجری میں لکھی گئی جب کہ آپ کی عمر ۶۵ سال کی تھی — چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ

ور نشادہ کنم این نقش و نگار \* سال بر ہفصد و ہزۃ شمار

اس مثنوی میں ۲۵۰۹ اشعار ہیں اور اس میں قطب الدین

مبارک شاہ خلجی کے ( جس کی وفات سنہ ۷۱۲ ہجری مطابق سنہ ۱۳۲۹ ع میں ہوئی ) دربار اور اُس کے عہد کے بعض واقعات کا ذکر ہی — تیسری سچہر میں حضرت امیر خسرو نے اپنے ہندی نژاد ہونے کا ذکر کر کے ہندوستان کے مختلف حصص کی زبانوں کا دلچسپ تذکرہ کرتے ہوئے یہہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ہر ملک میں اُس ملک کے فاتحوں کی زبان رفتہ رفتہ خواص و عوام میں مروج ہو جاتی ہے اور اُس ملک کی زبان مشترکہ بن جاتی ہے — آپ نے اپنے عہد کے مروجہ زبانوں کے نسبت لکھا ہے کہ ہر صوبہ کی

زبان علیحدہ علیحدہ ہے جس میں سے ایک کو دوسرے سے کوئی

مناسبت نہیں — مثلاً سندھی ، لہوری ، کشمیری ، تنکی ، گجراتی ، ملاباری ، گور ، بنگالی ، اودھی ، دہلوی — اس فہرست سے سراغ لگتا ہے کہ اُس زمانہ میں اُردو زبان کی داغ بیل پڑ چکی تھی جو اپنی اُس ابتدائی حیثیت میں دہلوی زبان کہی جاتی تھی — اسی سلسلہ میں حضرت امیر خسرو فرماتے ہیں کہ علاوہ مروجہ زبانوں کے ہندوستان میں ایک خاص زبان ہے جس کو برہمن کام میں لاتے ہیں — اُس زبان کا نام سنسکرت ہے — جس سے عوام بالکل ناواقف ہیں اور اگرچہ ایک برہمن مرد یہہ زبان جانتا ہے مگر برہمن عورت اُس زبان کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھتی — بعض لکھائات سے سنسکرت عربی سے مماثلت دکھتی ہے — مثلاً فصاحت قواعد صرف و نحو ، گردان افعال ، حروف کی مختلف ترکیبوں سے بیشمار الفاظ کی ساخت — لکھا ہے کہ چاروں وہ اسی زبان میں ہیں جن کو برہمن پڑھتے ہیں اور جن میں دیوتاؤں کی تعریف ہے — پھر فرماتے ہیں کہ سنسکرت زبان میں انشا پردازی اور

فصاحت و بلاغت کے معین قواعد موجود ہیں اور سوائے عربی زبان کے اس زبان کا پہلو اور نسی زبان سے نہیں دیتا — بلکہ دری زبان پر اُس کو تفرق حاصل ہی — گو دری زبان نہایت شیریں اور سریلی ہی مگر اس لحاظ سے بھی سنسکرت اُس سے کچھ کم نہیں ہی — سنسکرت زبان کی خصوصیات حضرت امیر نے اس تفصیل سے بیان فرمائی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اُس زبان کی صرف و نحو اور دیگر فنون میں کافی دستگاہ بہم پہنچائی تھی ورنہ بغیر واقفیت تامہ کی جناب موصوف دوسری زبانوں سے اس بے تکنی کے ساتھ اُس کا مقابلہ نہ فرما سکتے۔ نویں سوپر میں مصنف نے فخریہ لہجہ میں اپنی ہمہ گیر قادر الکلامی کا اظہار کیا ہے کہ اگرچہ کل عجم و ایران میں دو شاعر شیخ سعدی شیرازی اور حکیم ہمام تبریزی بہت نامور گذرے ہیں، لیکن میرا پایۂ سخن اُن دونوں سے بلند ہے کیونکہ اُن کے اشعار میں خواہ کچھ ہی اوصاف ہوں مگر وہ میری طرح کثیر کمالات نہ تھے \*

## ۹ — دواویں — حضرت امیر خسرو کے پانچ دیوانوں میں سے

سب سے پہلا دیوان تحفۃ الصغر ہی جس میں آپ کا ۱۶ ویں سال سے لیکر ۱۹ ویں سال تک کا کلام ہے — یہ دیوان سلطان بلبن کے عہد میں لکھا گیا تھا — اس دیوان میں قصائد، قطعات، غزلیات، مثنویات اور رباعیات شامل ہیں جن میں زیادہ تر سلطان بلبن، ولیعہد سلطنت شاہزادہ خاں شہید اور ہمعصر امرا و وزراء کی طرف خطاب ہے — ترجیح بندوں میں مصنف نے زیادہ تر اپنے ہادی طریقت حضرت محبوب الہی سلطان نظام الدین اولیاء قدس سرۃ العزیز کی تعریف کی ہے — اس دیوان کے ساتھ حضرت

امیر خسرو نے ایک مبسوط دیباچہ شامل فرمایا ہی جس میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے بھائی قاج الدین زاہد نے نہایت مشقت کے ساتھ آپ کے سواہر بس سال سے لے کر انیسویں سال تک کا کلام جمع کیا اور خرد ہی اس کلام کو مرتب کیا — اور ہر ہر نظام کے عنوان پر ایک ایک شعر سرخ روشنائی سے لکھا ہی جو اس وجہ سے ”بیت سرخ“ کے نام سے مشہور ہیں — ان آیات سرخ میں صنعت بہہ رہی گئی ہی کہ ہر عنوان کا شعر اپنی اپنی جگہ اُس نظام کے خلاصہ مضمون پر جاری ہی جس کا کہ وہ عنوان ہی —

اور عنوان کا متحد بھی ہوتا ہی — لیکن اطف یہہ ہی کہ اگر ان تمام آیات سرخ کو ایک جگہ جمع کر لیا جائے تو وہ سب آیات مکر بجائے خود ایک مستقل جدا نظم بن جاتی ہی جس کا مضمون مسلسل ہوتا ہی — عنوان کے اشعار کا یہہ التزام سوائے دیوان نہایت الکمال کے حضرت امیر خسرو کے باقی چاروں دیوانوں میں بھی پایا جاتا ہی۔ چاروں دیوانوں میں عنوان کے آیات کو باعتبار بھر ارد باعتبار ردیف و قافیہ کے مختلف رکھا ہی تاکہ ایک دیوان کے آیات دوسرے دیوانوں کے آیات میں مختلط نہ ہو سکیں — اس دیوان کے قصائد کا مندرجہ ذیل رباعی سے آغاز ہوتا ہی :—

لوچے کہ ہر صحنہ گردن مصور است

توقیع آن بنام خداوند امیر است

شد تحفۃ الصغر جو خطاب این سوار را

از ذکر ذوالجلال سوادے منور است

♦ — آپ کا دسراں دیوان وسط الحیرۃ ہی جس میں

چوبیسویں سال سے ۳۲ ویں سال تک کا کلام شامل ہے — دہ دہا، قصائد،



اپنے بھائی علاء الدین علی شاہ کی فرمائش پر جمع کیا - اس دیوان میں بھی قصائد و قطعات ، ترجیع بند ، مثنویات ، غزلیات و رباعیات شامل ہیں - قصائد میں حسب معمول حضرت سلطان نظام الدین اولیاء کی منقبت ، سلطان وقت اور امراء دربار کے مدح و ثنا ہی - قصائد کے دیکھنے سے یہہ صاف ظاہر ہوتا ہی کہ جس قدر قصائد حسد و نعت منقبت یا موعظ و حکم میں لکھے گئے ہیں - وہ نہایت پر زور اور شاندار ہیں اور جو قصائد شاہوں یا اہل دربار کی تعریف میں ہیں اُن میں کچھ زیادہ زور طبیعت صرف نہیں کیا گیا - اکثر شاندار قصیدے قدماء اسانذہ کے جواب میں لکھے گئے ہیں اور ایسے قصائد میں حضرت امیر نے پورا زور طباعی صرف کیا ہی - مثلاً حکیم افضل الدین خاقانی شروانی کے مشہور قصیدہ کے جواب میں آپ نے ایک قصیدہ لکھا ہی جس کے خاتمہ میں خاقانی کی استادی کو تسلیم کر کے اپنی تعلی کا اظہار فرمایا ہی - چنانچہ آپ فرماتے ہیں :

مرا سبق سال است آنکہ گفت اُستاد خاقانی

دل من پیر تعلیم است و من طفل زباندانش

نہ من گفتار دانارا جو ایے ساختم لیکن

جوے آوردم و ایے کہ ریزم پیدش یکرانش

گر او بود است حسان عجم من جادوے ہندم

کہ در یکدم رسانم باز با پیشینہ حسانش

سخن زانگونه گفت استم بلند امروز در دہلی

کہ از خواب گراں بیدار گردستم بہ شروانش

بشرق و غرب بشنید ند گفتار بلند من

علاہ سمعہ ا - گدشوند اصحاب و اقائش

چنین شعری کہ سبعیات از سبعی است مے شاید  
کہ خواند نائب سبع المثانی روح سہجانش  
ز بیم دزد پنہاں نردہ ام گنجے بہر بیتے  
خداوندا نگہداری ز نقب دست ایشان  
گر اے حاسد ترا مرگے ست زین آب حیات من  
خضر داند کہ با عمر ابد بست است پیمانہش  
گرفتہم شعر خود سحر است - چہ بود سحر؟ گمراہی  
بہ یزداں کے رسد آن کو بگمراہی ست ادمانش  
چہ بوچینیم ازین خاکے کہ می بیزم با سونش  
چہ بر بندم ازین بادے کہ می سنجم باوزانش

اس دیوان کے دیباچہ میں آپ نے اپنی ایجاد کردہ جن صنایع  
بدایع کا ذکر کیا ہی اُن میں سے بعض کا تذکرہ اس موقع پر دلچسپی  
سے خالی نہوگا - چنانچہ ایک صنعت آپ نے ایجاد کر کے اُس کا نام  
”حامل و موقوف“ رکھا ہی جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مصرعہ اپنی  
مابعد مصرعہ کا محتاج رہتا ہی مثلاً

درحسن کسے ترا نمائد الا \* خورشید کہ صبح پروں آید تا  
خدمت ندد و پایے تو بوسد اما \* بینی تو بسوے او چو پا بوسد پا

ایک اور صنعت اشتقاق معنوی کی ہی - اس میں ایک ہی صورت  
کے الفاظ کو مختلف معنوں میں استعمال کیا جاتا ہی مثلاً :

اے کہ چوں خنک تو جوالں در گرفت \* گرد گردا گرد گردوں گرد کرگی  
یسکہ خالق از تو بسر مابرد برد \* برد برد برد بردا برد برد  
چوں دودرد درد خصمت خورد گفت \* درد و درد و درد درد درد درد  
ایک اور صنعت ”بے کام و زبان“ ہی جس میں صرف لبروں سے شعر

پڑھا جاتا ہی زبان و تالو سے کام ہی نہیں لیا جاتا - مثلاً :

موئے سرما بدوئے ما بویا بہ \* بے او موم مژے ویم ماوا بہ

مانیم و مہے و آن مہ ما با ما \* ما بہ مہ مار ماہ ما با ما بہ

ایک اور صنعت ہی جس کا نام ”ایہام ذوالوجہ“ ہی یعنی ایک ایک

لفظ متعدد معنوں کا احتمال رکھتا ہی - مثلاً:

باز سر باز تو باسیہ مرغ سر بازی تند \* گرتو اے شیر گراں سر باز داری در شکار

حضرت امیر نے ناظرین کو خود توجہ دلائی ہی کہ اس شعر میں

مصرعہ آخر کے چار معنے ہو سکتے ہیں ( ۱ ) یعنی باز را در شکار داری

( ۲ ) یعنی اگرچہ اورا باز داری از شکار ( ۳ ) یعنی شادہ

داری باز را ( ۴ ) یعنی اگر سر از در شکار داری اور مصرعہ ثانی میں

سر باز ملا کر پڑھنے سے دو اور معنی پیدا ہو جائے ہیں یعنی سر باز نہ

( دلاور ) داری باز را اور باز را سر شادہ داری ( جو باز قربیت یافتہ

ہونا ہی وہ سر شادہ ہوتا ہی اور نئے باز کا سر لہلہ سے ڈھکا رہتا ہے )

ایک اور صنعت ”ایہام“ ہی جس میں ایک ہی شعر ایک ہی صورت

میں فارسی اور ہندی دونوں زبانوں میں پڑھا جاسکتا ہی - مثلاً

آئی آئی ہماں بیاری آئی

ماری ماری براہ موری ناہی

۱۲ - - چرتھا دیوان بقیہ نقیہ ہی جس میں پچاس

ویں سال سے لیکر ۶۴ ویں سال تک کا نلام ہی - ذیل کا شعر اس

دیوان کے دیباچہ کا عنوان ہی :-

بقیہ ایست نقیہ زفیض طبع من این

کہ چوں طبائع افلاک محکم است و متین

اس دیوان میں غزلیات حروف ٹھہکی کے لحاظ سے مرتب ہیں



اور اُن کے عنوان ہمیں یہہ شعر درج ہی :

اے زخیال مایرون در تو خیال کے رسد

باصفت تو عقل را لاف کمال کے رسد

### ۱۳ — پانچواں دیوانِ فہایت الکمال ہی جس میں مصنف

کی آخری عمر کا نلام ہی اس دیوان کے ساتھ ہی ایک مختصر

دیباچہ ہی جس میں حمد و نعت اور حضرت محبوب الہی کی

منقبت درج ہی — اس دیوان میں بیہی مثل دیگر دیوانوں کے

مثنویات، قصاید، غزلیات، قطعات، ترجیع بند اور رباعیات

شامل ہیں \*

### ۱۴ — ایک فسخہ قاہمی موسوم بہ دیوانِ امیر خسرو

میرے اپنے کتب خانہ میں موجود تھا جس میں بہت سی ایسی غزلیں

پائی جانی ہیں جو مذکورہ بالا پانچوں دیوانوں کی غزلوں سے جدا ہیں۔

اُن کو متفرق مجموعہ غزلیات کے سلسلہ میں شامل کر دیا جائیگا \*

### ۱۵ — منجملہ حضرت امیر خسرو کے قصائد کے ایک بہت

بڑا قصیدہ ہی جو آپ کی تصانیف کی فہرست میں ایک

جداگانہ تصنیف کی حیثیت سے درج ہی اس کا نام ”قصیدہ

امیر خسرو متضمن حقیقت شاہ نامہ فردوسی“ ہی جس

میں آپ نے شاہ نامہ فردوسی کے حالات درج فرمائے ہیں — اس

قصیدہ کا عنوان ہی :

”بنام ایزد بخشایندہ بخشایش گر مہربان داد گر“ اور مندرجہ

ذیل شعر سے شروع ہوتا ہی :—

آمد نگار من بسر از تاز افترا

## ۱۶ — نصاب بدیع العجائب و نصاب مثلث — یہہ حقیقت

میں دور سالے ہیں ایک کا نام نصاب بدیع العجائب ہی جو حضرت امیر خسرو کی تصنیف ہی اور دوسری کا نام نصاب مثلث بدیعی ہی جو مولانا مکہد بدیع بدیعی کی تصنیف ہی۔ مگر چونکہ قدیم نسخوں میں یہہ دونوں رسالے الزاماً ساتھ پائے جاتے ہیں اس وجہ سے غالباً یہہ دونوں نظامیں حضرت امیر خسرو سے منسوب ہو گئیں۔ نصاب بدیع العجائب میں تمام قطعات مختلف بجزو میں اور مختلف صنعتوں میں لکھے گئے ہیں۔ چنانچہ پہلا قطعہ صنعت تجنیس میں ہی — مثلاً :

مصر شہر و شہر ماہ و ماہ آب و خوف سہم

سہم تیر و اجنتہ چہ بال باشد بال جاں

نصاب مثلث میں سہ حرفی الفاظ ایک ایک مصرعہ میں

تینوں حرکتوں کے ساتھ جمع کر کے اُن کے معنی بتلائے ہیں — مثلاً

رَب بمعنی خدا — رَب بمعنی جماعت کثیر و رَب بمعنی عصا

ایک شعر میں اس طرح جمع کیے گئے ہیں \*

رَب داں پروردگارو رب بود جمعے زخلق

رَب آب خالص از انکور و سیب و نار داں

## ۱۷ — شہر آشوب — اس میں رباعیات ہیں جن میں اہل

حرفہ کے اصطلاحات جمع کی گئی ہیں — مثلاً :

نچار پسر کہ تیشہ رانی میگرد

ارے برما ستم نہانی میگرد

( تیشہ — ارے — برما — نہانی )

## ۱۸ — کلام فخر میں خزانۃ المتوح جس کا نام سرور الروح،

علامہ الدین خلجی کی تخت نشینی ۶۹۵ ہجری ۱۲۹۶ ع اور اس کے عہد کے فتوحات کا ذکر ہی \*

## ۱۹ — افضل انفراد میں حضرت محبوب سبحانی سلطان

نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ہیں — علم تصوف میں یہ بہت با وقعت کتاب سمجھی جاتی ہے \*

## ۲۰ — اعجاز خسروی یا رسائل اعجاز یہہ ایک نہایت ضخیم

کتاب ہے اور حضرت امیر خسروؒ کی مرصع و مسجع فارسی انشا پردازي اور گونا گوں صنائع و بدائع کا اعلیٰ نمونہ ہے — یہہ کتاب مطبع تولکشر میں طبع بھی ہو چکی ہے اس کی صحت کی طرف تذب مذکورہ بالا سے فارغ ہونے کے بعد توجہ کی جائیگی \*

## ۲۱ — خالق باری اور قصہ چہار درویش جو حضرت امیر

خسرو سے منسوب ہیں معروف کتابیں ہیں — اگر ان کے معتبر اور صحیح نسخے دستیاب ہو گئے تو ان کو بھی شامل کلیات کیا جائیگا \*

علاوہ مذکورہ بالا تصانیف کے ذیل کی کتابیں اب تک دستیاب

نہیں ہوئی ہیں: —

( ۱ ) تغلق نامہ ( ۲ ) مناقب ہند ( ۳ ) شکوف بیان

( ۴ ) ترانہ ہندی ( ۵ ) انشاء امیر خسرو ( ۶ ) تاج الفتوح

( ۷ ) احوال امیر خسرو ( ۸ ) تاریخ دہلی ( ۹ ) مکتوبات امیر خسرو

( ۱۰ ) جواہر البکر ( ۱۱ ) مقالہ ( حالات خلفاء اربعہ ) ( ۱۲ )

راحت المحبین ( ۱۳ ) رسالہ ایبات بکھٹ ( خسرو جامی )

( ۱۴ ) مناجات خسرو \*

افسوس ہی کہ باوجود کوشش بلینخ کے کسی ہندوستان کے کتب

خانہ میں تغلق نامہ کا پتہ نہیں چلا — نہ سوائے ایک دو تذکروں کے اور فارسی تذکروں میں اس کا بالتفصیل ذکر پایا گیا — التبعہ سرگور آؤسلے (Sir Gore Ousley) نے اپنے میموائزز (Memoirs) میں جن میں تیس مشہور شعراء فارسی کے دلچسپ حالات درج ہیں اس تصنیف کا مختصر حال لکھا ہی — یہہ میموائزز شاید سنہ ۱۷۰۰ ع کے اختتام کے قریب لکھے گئے تھے ، مگر اُس کا مکمل طور پر طبع ہوا سنہ ۱۸۳۳ ع سے پیشتر نہیں پایا جاتا — یہہ کتاب اب کمیاب ہی اور میں نے اول مرتبہ اس کا مطالعہ اپنے طالب علمی کے زمانہ میں اُس وقت کیا تھا جب میرے اُستاد مولانا الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی مرحوم و مغفور حیات سعدی لکھ رہے تھے — اور میں نے بعض دلچسپ واقعات سعدی علیہ الرحمة کی زندگی کے اس سے اخذ کر کے مولانا مرحوم کی خدمت میں پیش کیئے تھے — اب مجھے حضرت امیر خسرو علیہ الرحمة کا کلام جمع کرنے کے سلسلہ میں اُس کے دوبارہ مطالعہ کی نوبت آئی اور میں مسٹر جونز صاحب پرنسپل آگرہ کالج کا ممنون ہوں کہ انہوں نے میری درخواست پر مجھے اُس کے دیکھنے کا موقع عنایت کیا — اس کتاب میں سرگور آؤسلے بحوالہ تذکرہ ہفت اقلیم مصنفہ امین احمد باشندہ دے تحریر کرتے ہیں کہ یہہ نظم در اصل تغلق شاہ کے عہد کی تاریخ ہی اور اس میں ۳ ہزار اشعار ہیں — میں اس کے مزید حالات دریافت کرنے اور سوانح لکھنے کی غرض سے خود سلطان السلائح رحمة اللہ علیہ کی درگاہ میں (جہاں حضرت امیر خسرو رحمة اللہ کا مزار ہی) حاضر ہوا — مگر اس سے زیادہ پتہ نہ لگ سکا کہ اُس کا ایک نسخہ امام صاحب

مسجد درگاہ کے خاندان میں نہا، جو انہوں نے نواب ضیاء الدین  
 خاں صاحب مرحوم رئیس اعظم لوہارو کی نذر کیا تھا اور ان کے  
 کتب خانہ سے میر مجروح مرحوم نے ( جو دہلی کے آخری زمانہ  
 کے نام آور شعراء میں شمار کیئے جاتے تھے ) مستعار لیا تھا۔ اُس کے بعد  
 سے اُس نسخہ کا پتہ نہیں چلتا — اندیا آؤس اور رتیش میوزیم  
 کی فہرستوں میں بھی اُس کا ذکر نہیں ہی — اگر ہمارے علوم  
 کا خزانہ ہماری غفلت اور لا پرواہی سے ضائع نہ ہو جاتا تو ہم کو آج  
 تک اس قدر دقت اور پریشانی ایک ایسے عدم المثال مصنف  
 و شاعر اور صوفی صافی کی تصانیف جمع کرنے میں پیش آتی  
 جن کا نام نامی اُس وقت تک ہندوستان کے لیٹے مابغ فخر رہے گا  
 جب تک کہ اس ملک میں فارسی کے جاننے والے اور قدر کرنے  
 والے ناپید نہ ہو جائیں گے۔ — بقول سرگور آؤس کے حضرت امیر  
 خسرو رح اپنے وقت کے ملک الشعراء تھے اور اُن کی شہرت نے سعدی  
 سے باعظمت شاعر کو ہندوستان کا سفر کرنے کی ترغیب دی — اگرچہ  
 بعض تذکروں میں حضرت سعدی شیرازی کا محض حضرت امیر خسرو  
 کی ملاقات کی غرض سے ہندوستان تشریف لانا بیان کیا گیا ہی —  
 مگر اثر تذکرے اس بارے میں سائنٹ ہیں اور بعض میں اس  
 واقعہ کو غیر مثبتہ قرار دیا گیا ہی — سرگور آؤسے جو عرصہ سے تک  
 ایران میں سفیر رہے ہیں اور ظن غالب ہی کہ اُن کو اس امر کی  
 تحقیقات کا زیادہ موقع ملا ہوگا، ورنہ کے ساتھ بکوالہ جواہر  
 الاسرار شیخ آروزی کے لکھتے ہیں کہ جب تل ایشیا میں حضرت  
 امیر کا شہرہ بلند ہوا تو خاص اُن کے ملنے کی غرض سے شیخ  
 سعدی نے بڑھاپے میں ہندوستان کا در دراز سفر اختیار کیا اور

یہ کہ تہ امیر خسرو کو بجا طور پر ناز تھا کہ ایسے عظیم الشان صوفی اور شاعر نے اُن کی خاطر ضعیفی میں وہ زحمت گوارا فرمائی جس سے جوانوں کی ہمت پست ہو جاتی ہی — سرگور آؤسے کی طرح اور نئی علم دوست یورپین صاحبوں نے ابتداء حکومت کے زمانہ میں اُس قسم کی دلچسپ محققانہ تصانیف کی تھیں — مگر اب اس ترقی کوئی والی قوم میں بھی یہ شوق کم بلکہ مفقود ہوتا چلا جاتا ہی — کیونکہ نوئی جدید تصنیف سوائے معدودے چند عربی گرامرون ( قواعد صرف و نحو ) یا سنسکرت اور پہاشا کی رامائنوں وغیرہ کے توجہ کے تہ نظر پڑی نہ سکتے میں آئی جس سے اس شوق کا جاری رہنا نہیں پایا جاتا — اور ثابت ہوتا ہی کہ انسانی قوتوں کی طرح قوموں کی علمی تحقیقات اور دیسچ کا مادہ بھی اُن کے شباب اور نشو و نما کے زمانہ میں بمقابلہ اُن کے وسط حیات کے زمانہ کے قومی تر ہوتا ہی — بہر حال اس کا کچھ بھی سبب ہو — اُس میں کوئی شک نہیں ہی کہ ایک زمانہ وہ تھا جس میں خواہ ایشیا ہو یا یورپ علم ادب اور لٹریچر کا ذوق شوق ہو کہ وہ کے دامنگیر تھا اور ایک موجودہ زمانہ ہی جس میں مادیت کا وہ گہرا رنگ چھا گیا ہی جس نے ” اُن من البیان لستکرا “ کی تازک اور پھینی دل آویز رنگت کو پھیکا اور ماند کر دیا ہی — مگر اس کا اگر سچا اور پورا چسکا لگ جائے تو کوئی ترقی اس نشہ کو نہیں اُتار سکتی — اور مختلف طبائع پر اُس کا ویسا ہی اثر ہوتا ہی جیسا اُس تازک تماہ کا جس کی تعریف ذیل کے ہندی دودھہ میں بہ صنعت لف و نشر مرتب بیان کی گئی

ہی —

امی	ہلاہل	مدہ	بھری سیت شام و تار
(ابھیات)	(زھر)	(نشہ)	

جیت	موت	جھک جھک	پرت جھ چرتوت اکبار
(فعل امی)	(فعل ہلاہل)	(فعل مدہ)	

اس جہ سے معترضہ کے باب تک معافی چاہکر مختصر حضرت امیر کی  
 اُس صنعت کا ذکر کرتا ہوں جس کو سرگرم آؤسے نے بہت شد و مد  
 کے ساتھ بیان کیا ہی — اس میں شک نہیں کہ خود حضرت امیر اس  
 صنعت کے موجد تھے یعنی ایسے الفاظ کا استعمال جس سے فارسی میں  
 ایک معنی اور ہندی میں دوسرے معنی ہوں اُس زمانہ میں انہیں  
 کا حصہ تھا — بطور مثال کے آؤسے نے ذیل کے اشعار نقل کیئے ہیں :—

رفتہ بہ تماشاے کنارے جوئے \* دیدم بہ لب آب زن ہندوئے  
 گفتم صنما بہائے زلفت چہ بود \* آواز برآورد کہ در در موئے

ان اشعار کی جان الفاظ ”در در موئے“ ہیں جو فارسی میں بمعنی  
 فی بال ایک موتی کے ہیں اور ہندی زبان میں اُن کا مفہوم مستورات کی  
 اصطلاح میں نسی بے بائی کرنے والے کو غصہ سے ہٹا دینے کا ہی —  
 ایک شعر کے اندر مثنوی قرآن السعدین میں لفظ جوہری کو بھی بہت  
 خوبی سے نبایا ہی — اگر ”جو“ و ”ہری“ کو الگ الگ پڑھا جاوے تو  
 ہندی میں ہرے جو کے معنی پیدا ہوتے ہیں — اسی طرح حضرت امیر  
 نے ایک اور عجیب و غریب صنعت میں قصیدہ لکھا ہی جس

کے ہر شعر کا قافیہ پہلے لفظ کا ہندی ترجمہ ہی — مگر وہی  
 لفظ فارسی زبان میں استعمال ہوا ہی — اس قصیدے کے دو شعر

یہ ہیں :—

داریم آرزو کہ حکایت ننیم بات

( بات ترجمہ ہی حکایت کا یہاں مراد ہی ”باتو“ )

لالہ غلام روئے تو صد برگ زیر پات

( پات ترجمہ ہی برگ کا یہاں مراد ہی ”پائے تو“ )

ہو برہمن کہ دید رخ خوبت اے صنم

زنار را گسست و لکد زد روئے لات

( لات ترجمہ ہی لکد کا یہاں مراد ہی ”بت“ سے )

سرگور آؤسے کی طرزِ تحریر سے پایا جانا ہی کہ جو زبان اُن کے

ہندوستان کے قیام کے زمانہ میں یعنی مابین سنہ ۱۷۹۲ و ۱۸۱۰ء عام طور

پر بولی جاتی تھی اُس کو ہندوستانی زبان کہتے تھے جو میری رائے ناقص

معین اُردو کا پہلا نام ہی — اگر بغور دیکھا جائے تو اُردو کی بنیاد ہندوستان

ہی کی مختلف زبانوں سے پڑی ہی — کیونکہ یہہ امر مسلم الثبوت ہی کہ

سوائے مخصوص حصوں کی مخصوص زبانوں کے ہندوستان میں ایک

عام زبان بولی جاتی تھی جو پہلے ہندوستانی یا ہندی کہلاتی جاتی

تھی اور زیادہ صاف ستھری اور نستعلیق ہو کر وہ اُردو کے نام سے منقب

ہو گئی اور میر و غالب سے شعرا و قصائد کی اعلیٰ پیمانہ کی زبان نے

اُس میں چار چاند لگادیئے — ورنہ دراصل اس وقت کی اُردو زبان

بِزبانِ حال کہہ سکتی ہی ”وگر نہ من ہماں خاتم کہ ہستم“ اور اُس

کے عام ہندوستان کی زبان ہونے کا دعویٰ ارباب انصاف کے نزدیک غالباً

بیجا نہ سمجھا جائے — کیونکہ یہہ امر حضرت امیر خسرو کی مختلف

تخیرات سے (جن کا ذکر کہیں کہیں اوپر ہوا ہی) ثابت ہوتا ہی کہ

اُس کے زمانہ میں جس کو اب چہہ سو برس ہوتے ہیں، ایک ایسی



بھی پایا جانا ہی۔ اور اُس کے معادرات میں بھی زیادہ فرق نہیں آیا ہی۔  
تصفت شعار حضرات اُس کا تصفیہ کر سکتے ہیں کہ ایسی حالت میں  
وہ زبان جو اپنی بدبختی سے اُردو کے نام سے مشہور ہو گئی آیا

في الحقيقة وهي زبان نہیں ہی جس کو ہندوستان کی اصلی زبان

سمجھا جائے۔۔۔ کیا اُردو جو محض اس وجہ سے معرض زوال میں

آ رہی ہے کہ اُس کا موجودہ نام اُردو ہو گیا ہے یہ کہنے کی مستحق

نہیں ہے کہ میں وہی ہندوستان کی زبان ہوں جو آٹھ سو نو سو

بوس پہلے اس ملک میں بولی جاتی تھی اور اب زمانہ ناحق میرے

پیچھے پڑ کر میرے مٹانے کی فکر میں ہے۔ نیاز کرو ، ہت دھرمی

نہ کرو۔۔۔ مجھے سنسکرت ، عربی ، فارسی ، بہاکا ، بہاشا ، موہتی ،

گجراتی ، لاطینی ، گریک اور انگلش سب زبانیں بولنی آتی ہیں۔

اور مجھے میں سب کی کھیت اور سناہی ہے۔ \* ”

*(flat justitia ruat cœlum)*

” انصاف کرو اگرچہ آسمان بھی گر جائے ” \* ”

آخر میں میں اس بے سروپا تحریر کو حضرت امیر کے اُس ہندی

دوہرے پر ختم کرتا ہوں جو اُنہوں نے خاص حالت جذب میں

اپنے پیڑ و مرشد حضرت سلطان نظام الدین اولیا کے مزار پر انوار پر

اُن کے وصال کے بعد حاضر ہو کر بیساختہ پڑھا تھا :

گوری سوئے سیج پر مکھ پر دالے کیس

جا خسرو گھر اپنے سانچہ بھٹی چونڈیس

اہل تصوف کے نزدیک یہ بہت مقبول دوہرہ ہے \*

اہل کرم سے التجا ہے کہ اس نوت کو باریک اور گہری نگاہ سے نکتہ

چنی کے لیئے ملاحظہ نہ فرماویں اور اس کے اسقام سے

درگذر فرمائیں :

تو ہم اربدی بینی اندر سخن  
بختی جہان آفریں کار کن

اس موقع پر مجھے جو کچھ عرض کرنا مقصود تھا وہ عرض کرچکا۔ لہذا میں اپنا یہہ نوبت ختم کرتا ہوں — لیکن میرا یہہ نوبت نامکمل رہ جائے گا اگر میں مولوی ادویس احید صاحب بی۔ اے جنرل سپرنٹنڈنٹ صدر دفتر مسلم یونیورسٹی کی خدمت کا اعتراف نہ کروں ، جنہوں نے ترتیب نئیات امیر خسرو کے کام میں شروع سے اپنی گہری دلچسپی کا عملی ثبوت دیا ہی اور آغاز تحریک سے نہایت قابلیت ، ہوشیاری اور درد مندی کے ساتھ اس اہم کام کے اہتمام اور نگرانی میں مجھے مسلسل طور پر مدد دیتے رہے ہیں، جس کی وجہ سے میں اُن کا نہایت ممنون ہوں — فقط \*

علی گڑھ :

محمد اسحاق خاں

۲۳ دسمبر سنہ ۱۹۱۵ء

علی عنہ

یوم پنجشنبہ

# اعلان ضروری

جس وقت کلیات خسروؔ کے چھاپنے کا ارادہ ظاہر کیا گیا تھا تو بعض حضرات نے یہ رائے دی تھی کہ اس کو ٹائپ یعنی لوہے کے حروف میں چھاپا جائے۔ کیونکہ تصحیح وغیرہ کی جیسی آسانیاں اس میں موجود ہیں لیتھوگرافی پتھر کے چھاپے کو تیسرے نہیں ہیں۔ علاوہ اس کے لوہے کے چھاپے میں اور بہت سی خوبیاں ہیں جن کا مقابلہ پتھر کا چھاپا نہیں کر سکتا۔ اور درحقیقت کسی قوم کا لٹریچر اصلی ترقی نہیں کر سکتا جب تک اس کے اندر چھاپے کی وہ آسانیاں (جو اس وقت صرف لوہے میں نظر آتی ہیں) بہم نہ پہنچ جائیں۔ غالباً سر سید علیہ الرحمۃ کی دور بین نگاہ نے ان جملہ امور کو برامی العین دیکھ لیا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ انھوں نے کالج کی بنیاد سے پہلے علی گڑھ میں جو سائنٹفک سوسائٹی کی بنیاد رکھی تھی اس کے لیے مطبع ٹائپ ہی کا قیام کیا تھا۔ اور ان کی زندگی میں انکی جتنی مطبوعات چھپیں انکا اکثر حصہ ٹائپ ہی میں چھپا۔ اور انھوں نے اخبار بھی ٹائپ ہی میں نکالا جو اب بھی ٹائپ ہی میں نکلتا ہے۔

مگر کیا کیا جائے کہ اسلامی سبک کو کم از کم اپنے لٹریچر کے لیے ٹائپ کے نام سے نفرت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ٹائپ کی چھپی ہوئی مطبوعات اُس کے اندر قبول عام حاصل نہیں کرتیں۔

اس لحاظ سے کلیاتِ خسرو کے پتھر ہی میں چھاپنے کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ لیکن یہ تبصرہ ٹائپ میں چھاپ کر شائع کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ اوّل تو وہ اس قدر تنگ دقت میں پتھر پر چھاپا نہیں جاسکتا تھا۔ دوسرے یہ بھی مقصود تھا کہ ناظرین کو کچھ کچھ اندازہ کلیاتِ خسرو کے متعلق ٹائپ کی چھپائی کا بھی ہو جائے۔ اور اعلانِ ہذا جو پتھر پر چھاپا گیا ہے اُس سے پتھر کی چھپائی کی نوعیت معلوم کرانی منظور ہے۔ اور اگرچہ یہ دونوں کام نہایت عجلت میں ہوئے ہیں۔ تاہم اُمید ہے کہ ناظرین ان سے کچھ نہ کچھ تصور اس اہتمام کا کر سکیں گے جو کلیاتِ خسرو کی چھپائی کے متعلق درپیش ہے۔ اور جو اس قومی مطبع میں ہر قسم کی چھپائی کے متعلق بفضلِ خدا ہو سکتا ہے۔

وَاللّٰهُ الْمَوْفُوُّوُ الْمَعِيْنُ وَعَلَيْهِ اَتَوَكَّلُ وَالِيْهِ اُنْبِئْ